ماہنامہ
المرشد

رجب المرجب/شعبان المعظم 1436ھ

مئی 2015ء

اللہ
رسول
محمد

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا مَعَ عَبْدِیْ حَیْثُمَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر کے لیے اس کے لب حرکت میں آتے ہیں

ذکر فراغت کے زمانے کا کام نہیں یہ ہر حال کی ضرورت ہے صفحہ نمبر 12

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوّف کیا ہے؟

قرآنِ کریم ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جو پوری انسانی زندگی کا احاطہ کرتا ہے اور ہر قدم پر عمل کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اللہ کریم نے اسے تا قیامت ہر زمانے کے ہر فرد کے لیے نازل فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضۂ رسالت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں، اس کی آیاتِ مبارکہ تلاوت فرماتے ہیں اور جو خوش نصیب قبول کر لیتے ہیں اُن کے قلوب کو ہر طرح کی آلائش سے پاک کر دیتے ہیں۔ یہ مقاصدِ رسالت میں سے ہے کہ انسانی سینوں میں موجود قلوب کو کفر و شرک، معصیت و فسق اور دیگر میل کچیل سے منزّہ کر کے اس قابل کیا جائے کہ وہ قرآنی علوم اور احادیثِ مبارکہ کے مفاہیم کو وصول کر سکیں۔ گویا مقاصدِ رسالت میں تزکیہ مقدم ہے تعلیم قرآن وحدیث پر اور یہ اللہ کریم کی ارشاد کردہ ترتیب ہے۔ اگر تزکیۂ قلب نہ ہو تو جن کے قلوب قرآن آشنا نہیں ہوتے وہ دین سے بھی دنیا کے خواستگار ہوتے ہیں۔ عہد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسّلام میں کیا ہم منافقین کا گروہ نہیں دیکھتے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ رخِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھنے والا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے والا محروم رہ جائے لیکن ہم عبداللہ بن ابی جیسا ایک کردار تاریخ میں دیکھتے ہیں۔

جب تک دل پاکیزہ نہ ہو جائے، جب تک دل کا رابطہ مزکّیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر سے نہ ہو جائے یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان خلوص اور ایمانِ کامل پا سکے۔ جس طرح کلامِ الٰہی اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کریم کی حفاظت حاصل ہے اور وہ آج بھی بعینہٖ جاری وساری ہیں اسی طرح برکاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حفاظتِ الٰہیہ حاصل ہے اور وہ سینہ بہ سینہ انسانی قلوب کو منتقل ہوتی ہیں۔

علمائے ظواہر، تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہیں اور مشائخ عظام برکاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہیں۔ تصوف اِن برکات کی ایک قلب سے دوسرے قلب میں ترسیل کا فن ہے جس کے ماہرین کامل شیوخ ہوتے ہیں جن کی صحبت میں خالص طلب لے کر آنے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔ تصوف وہ شعبہ ہے جو ایمان لانے والے کو تعلیم قرآن وحدیث پر خلوص سے عمل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اس لیے تصوف کے حصول کا اہتمام واجب ہے کہ یہ خالص عمل کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور خلوص ہی وہ وصف ہے جس کے بغیر بڑے سے بڑا عمل بھی ردّ کر دیا جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

مئی 2015ء، رجب/شعبان 1436ھ

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جلد نمبر 36 شمارہ نمبر 09

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقۂ ذکر		5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
اسم اعظم	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	13
اکرم التفاسیر	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	17
سوال وجواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	26
تعارف سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ	مولانا محمود خالد، بہاولپور	30
مدارس ومجالس میں ذکر کے قیام	مولانا محمود خالد، بہاولپور	33
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	37
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	39
مساعی جمیلہ	پروفیسر خالد محمود	41
غبارراہ	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	46
طب	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	50
Questions and Answers Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	52
A LIFE ETERNAL CH:24	Abul Ahmadain Translated: Naseem Mailk	57

انتخاب جدید پریس لاہور 36309053-042 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور
Ph:042-35180381, Email:monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org/info
Ph:0543-562200, FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

یہاں اس دائرے میں اگر X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل
تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

نافرمانی کے اثرات

اور یہی مشاہدہ ہے کہ اگر کوئی طریقت کو چھوڑ بیٹھے تو مرتد طریقت ہو کر ہمیشہ ذلیل ہو جاتا ہے اور دُنیا میں بھی اس کی زندگی موت سے بدتر ہوتی ہے، جیسے ان لوگوں کو فراعنہ مصر اور قبطیوں کی اصلاح کرنی تھی کہ وارثانِ نبوت تھے مگر دنیا کے لالچ میں آکر خود اُن کے پیچھے چلنے لگے تو کس قدر ذلیل کیے گیے۔

اسی طرح آج کا مسلمان جس کا فریضہ اصلاحِ عالم ہے جسے اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:110) فرمایا گیا ہے اپنا منصب چھوڑ کر کفار کے پیچھے بھاگنے لگا تو نتیجہ ظاہر ہے کہ دُنیا بھر کے مصائب اسی پر ٹوٹ رہے ہیں۔ اگر یہ آج بھی لوٹ کر اپنی جگہ آجائے تو فوراً حالات بدل سکتے ہیں اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں، خدا مسلمان کو توفیق بخشے، آمین۔

یہ اصول قوموں پر بھی لاگو ہوتا ہے اور افراد پر بھی جو کسی بھی ذراسی عقل رکھنے والے انسان سے چھپا ہوا نہیں ہے کہ خلاف دین چل کر جس نے بھی عزت چاہی اُسے ذلت نصیب ہوئی۔ بنی اسرائیل کی طرح، جنہیں یاد کرایا جا رہا ہے کہ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (البقرہ:49)۔ تمہیں کس قدر اذیت ناک زندگی کی طرف گھسیٹا جا رہا تھا کہ مجبور تھے اس طرح بسر کرنے پر۔ حتیٰ کہ تمہارے بچے تک ذبح کردیئے جانے لگے بچیوں کو چھوڑ دیا جاتا کہ خدمت لیں گے اور لڑکے ذبح کر دیئے جاتے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر بڑی مصیبت تھی کہ اس کی ربُوبیت کا تقاضا ہے جہاں جس چیز کا ہونا مناسب ہو وہاں اس کو پہنچادیتا ہے۔ تمہارے کرتوتوں پر بڑی مصیبت تم پر آتی تھی مگر پھر رحمتِ باری نے تمہیں سنبھالا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہستی تمہیں بخشی جس نے نہ صرف تمہیں کفر کے اندھیروں سے نکالا بلکہ فرعونیوں سے بھی تمہاری جان چھڑائی اور بحکمِ الٰہی تمہیں ساتھ لے کر مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔

بتایا جاتا ہے کہ اس وقت اُن کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ کئی عرصہ تک فرعون سے مقابلہ کرنے کے بعد، اس کی اصلاح کے لیے کوشش کرنے اور مسلسل اظہارِ معجزات کے بعد حکم ہوا کہ انہیں لے کر نکلو۔ مگر صبح جب فرعون کو علم ہوا کہ بنی اسرائیل رات کو نکل گئے تو ایک عظیم لشکر لے کر خود تعاقب میں روانہ ہُوا جس کی تعداد بعض کے مطابق سات لاکھ تھی۔ بحیرہ قلزم کے قریب اُن کو جا پکڑا۔ اب یہ لوگ بہت گھبرائے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ سامنے سمندر، غرق ہونے کا خوف، پیچھے فرعونیوں کی تلواریں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا۔

اداریہ

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمْ

یہ وہ صدائے حق ہے جو معراج نبوی کے وقت بلند ہوئی اور جب تک اللہ پاک کو عالم خلق کی موجودہ حیات منظور ہے، بلند رہے گی۔ جب عالم خلق اس گونج سے خالی ہو جائے گا تو قیامت قائم کر دی جائے گی۔

عمومی رائے کے مطابق واقعہ اسراء معراج رجب کے مہینے میں ہے مگر اس پر مکمل اتفاق نہیں بلکہ کسی ایک سال پر بھی کلی اتفاق نہیں پایا جاتا لیکن جس طرح واقعہ معراج کے ظہور پذیر ہونے پر مکمل اتفاق ہے اسی طرح معراج کے موقع پر نماز کی عطا اور فرضیت پر بھی کلی اتفاق ہے۔

اللہ کریم نے نبی کریم کو جو عظیم ترین شان عطا فرمائی اس کا اظہار بھی خوب خوب فرمایا۔ واقعہ معراج بھی انہیں واقعات میں سے ہے جن سے شان رسالت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور بلندیٔ شانِ حبیب کا اعلان بھی۔

اس بحث سے قطع نظر کہ اس مبارک واقعہ کی صحیح ترین تاریخ کیا ہے میں اپنے قارئین کی توجہ عنوان اداریہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ میزبان رب العالمین ہیں اور مہمان رحمۃ اللعالمین! عالم خلق کی حیات میں اس خوبصورت اور واحد مثال کے موقع پر اللہ پاک نے کیسا عظیم انعام عطا فرمایا ہوگا! جب روزِ محشر کوئی بھی شفاعتِ محمد رسول اللہ کے بغیر اللہ پاک کی رحمت کو نہیں پا سکتا تو عطا تو یقیناً اعلیٰ ترین ہی ہوگی۔

مگر یہ کیا کہ بندۂ مومن بھی ہو، دعویٰ فرداً محمد بھی ہو تو طبیعت ناساز ہونے پہ اور تو کچھ نہ چھوٹا مگر نماز چھوٹ گئی، دوست احباب آ گئے اور کچھ نہ چھوٹا، نماز چھوٹ گئی، تھکاوٹ، مصروفیت اور دیگر عوارضات میں اور کچھ نہیں چھوٹتا، نماز چھوٹ جاتی ہے، دمِ سحر نیند کا غلبہ نہیں ٹوٹتا مگر صدائے کہ الصلوٰۃ خیرٌ من النوم کی صدا بلند ہو کر گزر جاتی ہے۔

اپنی ضرورت کے مطابق دینِ اسلام کا ہر حکم جاننا اور اس پہ عمل کرنا ہر مومن مرد و زن پہ لازم ہے۔ فرائض میں نمازِ پنجگانہ کا حکم پہلے نمبر پہ آتا ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ جانا جائے کہ نماز کے بارے کیا حکم ہے؟ جس روز ماں اولاد کی پہچان بھول جائے گی اُس روز شفاعتِ محمد رسول اللہ کے لیے نماز کتنی ضروری ہے، ہم سب کے لیے جاننا ضروری ہے۔

انسانی حیات کے تسلسل کے کئی پہلو ہیں۔ یوم الست، شکم مادر، عالمِ دنیا اور عالمِ برزخ اور ساتھ منسلک ہے اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ یومِ حشر ہے اور حساب کتاب سے گزر کر پلِ صراط اور پھر زندگی کا وہ پہلو شروع ہوگا جو کبھی ختم نہ ہوگا تحریر میں یہاں پہنچ کر قرآنِ پاک کے یہ الفاظ کانوں میں گونج گئے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

بے شک یہ وہ شکرانہ ہے جو اہلِ جنت اللہ پاک کی رحمت سے جنت میں داخلے اور یوم الست سے شروع ہونے والے سفر کے بخیر اختتام پر اللہ کریم کے حضور پیش کریں گے۔

شدید خواہش ہے اور تڑپتے دل کے ساتھ اللہ پاک کے حضور تڑپتی التجا بھی اور اللہ پاک کے حضور محمد رسول اللہ کا واسطہ دے کر دعا بھی ہے اور یقیناً ایک عاجز محتاج کی اپنے اللہ سے توقع بھی ہے کہ اللہ پاک اس حقیقی سفر کا انجام بخیر فرمائیں اور مندرجہ بالا شکرانہ ادا کرنا نصیب فرمائیں۔

''آمین''

بیشک ہر بندۂ مومن اس آمین کے ساتھ ثم آمین کہے گا مگر میں اور آپ جو اس حیات کے مکلف حصے میں اپنا اپنا متعین وقت پورا کر رہے ہیں اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس مندرجہ بالا آیت کے اگلے حصے پر عمل پیرا ہوں۔

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان
دورانِ پرواز برمنگھم تا اسلام آباد

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں: سُبْحَانَ اللهِ وَالحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○ اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ○ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ○ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ پھر ذکر شروع کر دیں طریقہ نیچے درج ہے۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

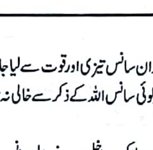

پہلا لطیفہ: مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے: کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داوٗد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوایوب محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمہ زمن وخاتمہ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی بخیر گردان

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ

کلامِ شیخ

شیخ المکرم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیر۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

گردِ سفر		نشانِ منزل
متاعِ فقیر	کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر
آس جزیرہ		دیدہ تر

درج ذیل غزل ''دیدۂ تر'' سے لی گئی ہے

غزل

کب زمانہ بھی در یار پہ جانے دے گا
ہم جہاں پر ہوں وہیں بزم سجا لیتے ہیں

دل کی دنیا میں سجا کر تری یادوں کے گلاب
غم فرقت کا اثر اور بڑھا لیتے ہیں

جن سے امید کرم پر تھا ہمیں ناز بہت
وہی قاتل تھے مگر ان کو دعا دیتے ہیں

آنکھ بیمار محبت کی کھلے تو اس کو
دے کے وعدے کی دوا آپ سلا دیتے ہیں

فکر کیا ان کو جو دل یاد سے زندہ کرلیں
وہ تو محبوب کو سینے میں بسا لیتے ہیں

ہم بھی کیا سادہ ہیں ہر چہرے میں دیکھیں ان کو
اور وہ عیار ہیں ہر بار دغا دیتے ہیں

وہ تو قاتل ہے دل زار کا اپنے سیماب
ہم بھی قاتل ہی سے جینے کی دوا لیتے ہیں

اقوالِ شیخ

1۔ یہ محض اللہ کا احسان ہوتا ہے کہ کوئی ایسا ذریعہ بنادے، کوئی ایسا بندہ ملادے جو درِ دل سے آشنا کردے۔

2۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم دوسرے کا جائزہ لیتے رہتے ہیں کہ اس نے یہ کہا، اس نے وہ کہا، اپنے متعلق کبھی سوچا ہی نہیں کہ دن بھر کیا کہا اور کیا، کیا۔

3۔ ذکرِ الٰہی کا پہلا اور انتہائی ثمر یہ ہے کہ بندے کو یہ احساس ہوجائے کہ جو کچھ ہے اللہ کا ہے میں اس کا عاجز بندہ ہوں۔ یہ بنیاد بنتی ہے قربِ الٰہی کی۔

4۔ انسانی مزاج اور دنیوی حالات ہر بندے کو متاثر کرتے ہیں، معرفتِ الٰہی حاصل ہو تو ان سب حالات کا مقابلہ آسان ہوجاتا ہے۔

5۔ اہل اللہ کی ایک نگاہ اتنا کام کرجاتی ہے جو برسوں کی عبادت نہیں کرسکتی۔ عبادت سے ثواب مرتب ہوتا ہے، نگاہ سے کیفیات بنتی ہیں۔ عبادت کا مقصد بھی کیفیات کا حصول ہے۔

6۔ عظمتِ الٰہی سے آشنائی ہو تو بندہ اپنی نہیں منواتا ذاتِ باری کی مانتا ہے۔

7۔ ہماری حالت اس لیے خراب ہے کہ ہم نے غیروں کی برائیاں اپنالیں اور غیر اس لیے ترقی کرگئے کہ انہوں نے ہماری اچھائیاں اپنالیں۔

8۔ دنیا میں سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں کوئی گمراہی پر مطمئن ہوجائے۔

9۔ مرشد وہ ہے جس کے ساتھ رہ کر ہدایت نصیب ہو۔

10۔ ہم کہتے ہیں ایک میرے بدلنے سے کیا ہوگا؟ اللہ بڑا کریم ہے۔ اس کا فیصلہ ہے کہ جو ایک اطاعت کا راستہ اختیار کرے گا، اس ایک سے پریشانیاں دور ہوجائیں گی۔

11۔ ایمان کی مضبوطی کا بڑا آسان اور سہل نسخہ یہ ہے کہ کثرت سے درود شریف پڑھا جائے۔

12۔ تقویٰ اور اطاعت دونوں ایک دوسرے کا سبب بھی ہیں اور پھل بھی اور یہی ایمان کا تقاضا بھی ہے۔

13۔ ہم بے وقوف ہیں کہ اس سے وہ چیز مانگتے ہیں جو از خود دینے کا اس نے وعدہ کررکھا ہے۔ رب سے وہ چیز مانگو جو صرف مانگنے پر ملا کرتی ہے۔ وہ دل مانگو جو اس کے وصال کا طالب ہو۔ یہ وہ چیز ہے جو وہ اپنوں کو دیتا ہے اور جسے دیتا ہے اُسے اپنالیتا ہے۔

14۔ شرعی اعتبار سے دیکھا جائے تو نیکی کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے شرعی حقوق چھوڑ دیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O
یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا O وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا O (الاحزاب:42-41)

اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ O مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ۔

رات، دن، صبح، شام، ہر لمحہ، ہر گھڑی، ہر آن اس کی تسبیح کرتے رہو، اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ اللہ کریم نے جتنی عبادات فرض کی ہیں ان کے اوقات متعین ہیں، روزہ ہو، نماز ہو، حج ہو، زکوۃ ہو، سب کے اوقات معین ہیں، طریقۂ کار معین ہیں لیکن جب ذکر کا حکم آتا ہے تو اس میں صرف ایک شرط عائد کی گئی ہے، کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، کسی موسم کی قید نہیں، وقت کی قید نہیں، کسی صورت کی قید نہیں۔

آدمی دن بھر، شب بھر، رات دن کے مختلف کام سرانجام دیتا ہے۔ کھاتا پیتا ہے، روزگار کرتا ہے، سوتا جاگتا ہے لیکن ہر حالت میں ذکر کرنے کا حکم موجود ہے، ذکر کرنے سے نہیں روکا گیا۔ ارشاد باری ہے

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ (آل عمران: 191) وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کھڑے ہوئے بھی کرتے ہیں، بیٹھے ہوئے بھی کرتے ہیں، لیٹے ہوئے بھی کرتے ہیں ہر وقت ہر حال میں کرتے ہیں۔

وضو نماز کی شرائط میں سے ہے، بہت بڑی شرط ہے نماز کی، وضو بجائے خود فرض نہیں ہے، پاک رہنا یا باوضو رہنا عبادت ہے لیکن ہر وقت وضو میں رہنا فرض نہیں ہے، نماز فرض ہوتی ہے تو اس کے لیے وضو فرض ہو جاتا ہے، نماز کے واسطے سے فرض ہوتا ہے۔ لیکن ذکر کے لیے وضو کی قید بھی نہیں ہے کہ وضو ہے تو ذکر کرے نہیں ہے تو نہ کرے ایسا نہیں ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ کسی بھی حال میں ہے، کھڑا ہے یا بیٹھا، منہ قبلہ کی طرف ہے یا نہیں ہے، لباس پاک ہے یا اس پہ کوئی چھینٹے پڑ گئے ہیں۔ کچھ ہو گیا ہے ہر حال میں، ہر وقت، ہر صورت ذکر کرتے رہو، اور ذکر کثیر کرو۔ آپ سمجھتے ہیں کہ ''کَثِیْرًا'' زیادتی کو کہتے ہیں، آدمی دن بھر میں کتنے کام کرتا ہے فرمایا جو کچھ کرتے ہو اس میں سب سے زیادہ جو عمل کرو وہ ذکر ہو۔ تو اتنے زیادہ ذکر کی کیا ضرورت پیش آئی۔ فرمایا: ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ (الاحزاب:43) اللہ کریم ہر لمحہ ہر آن تم پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا رہتا ہے، کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے کہ رحمتِ باری کی برسات نہ ہو رہی ہو تو جو لمحہ تمہارا ذکر سے خالی رہے گا وہ نقصان تمہارا ہے کہ اس میں تمہاری قبولیتِ رحمت کی استعداد ضائع ہو رہی ہے۔

یہ جو ذکر ہے یہ ایسے ہے کہ جو رحمت نازل ہو رہی ہے اسے دل قبول کر رہا ہے، اب اگر دل غافل ہو گا تو وہ ابرِ رحمت جو ہمہ وقت برس رہا ہے اسے قبول نہیں کر سکے گا۔ کوئی وقت کی قید نہیں اللہ کریم نے وقت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ فرمایا: ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ۔۔۔ وہ کریم ذات ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا رہتا ہے یعنی ہر آن اللہ کریم کی رحمت برستی رہتی ہے، اب بندے میں قبول کرنے کی استعداد ہونا چاہیے جیسے بارش برستی ہے، چٹان پہ برستی ہے تو اور اثر ہوتا ہے تھوڑی بہت اگر مٹی ہو گی تو وہ بھی بہہ جاتی ہے، عام جگہوں پہ برستی ہے تو جنگل، صحرا، میدان، پہاڑ سبزے سے بھر جاتے ہیں، اچھی طرح سے تیار کی

ہوئی اور بیج ڈالی ہوئی کھیتی پہ برستی ہے تو پھر فصلیں اُگتی ہیں، درختوں پہ برستی ہے تو پھل لاتے ہیں پھلتے پھولتے ہیں۔ انسانی قلب بھی بیدار رہنا چاہیے اور ذاکر رہنا چاہیے یعنی ہمہ وقت ذکر ہو اور قلب ہمہ وقت یادِ الٰہی میں بیدار رہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کمال یہی ہوتا ہے کہ ان کے قلب اس قدر بیدار ہوتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ ﷺ: تنام عینی ولا ینام قلبی (صحیح بخاری) میری آنکھیں سوجاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا، اور انبیاءؑ کی نیند ناقضِ وضو نہیں ہوتی، انبیاءؑ اگر سو بھی جائیں تو نیند سے ان کا وضو نہیں جاتا، اس لیے کہ ان کا قلب اس قدر بیدار ہوتا ہے کہ اسے خبر ہوتی ہے کہ وضو ہے۔ نیند سے وضو کیوں چلا جاتا ہے؟ آدمی کو خبر نہیں ہوتی کہ وضو رہا ہے یا نہیں رہا تو جب آپ کو پتا ہی نہیں رہا تو یقین نہیں رہا کہ وضو ہے اس لیے وضو کرنا پڑتا ہے۔ نیند ناقص وضو ہوتی ہے نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ انبیاءؑ کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری آنکھیں نیند لیتی ہیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔ تو گویا یہ ذکر بیداریٔ دل کے لیے ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق ہر فرد کا دل ہر مومن کا دل بیدار ہو اور یہ نعمت مومنوں کے لیے ہے۔ چونکہ یہاں ارشاد فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰهَ۔۔۔

کفر چٹان ہے، کافر کا دل چٹان کی طرح ہوتا ہے، وہ بارانِ رحمت کی قبولیت کی استعداد سے محروم ہوتا ہے، ہاں اگر ایمان لے آئے تو اسے بھی وہ نعمت عطا کردی جاتی ہے کیونکہ انسان کی انسانیت نورِ ایمان سے ہے، نورِ ایمان نہ رہے تو جس طرح اور باقی جانور پھرتے ہیں ایک جانور کی صورت میں آدمی بھی پھرتا ہے۔ جیسے قرآن نے ارشاد فرمایا اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ۔۔ جانور کی طرح ہے ان میں انسانیت نہیں ہے جو ایمان نہیں لاتے وہ شرفِ انسانی سے محروم رہتے ہیں بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ۔۔ بلکہ یہ جانوروں سے گئے گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں نہ صرف ایمان قبول کرنے کی استعداد رکھی تھی بلکہ انہیں اختیار بھی دیا گیا تھا۔ صرف انسانوں کو ہی اختیار دیا گیا کہ اپنی مرضی سے ایمان لائیں یا نہ لائیں۔ اس کے لیے انبیاءؑ بھیجے، کتابیں بھیجیں پھر بھی یہ ایمان نہیں لائے تو یہ بھی ایک جانور کی طرح ہیں جو باقی جانوروں میں پھر رہے ہیں۔

تو ذکرِ کثیر صرف وہ ہے جو دل کی دھڑکنوں میں بس جائے۔ یوں تو جو کام بھی شریعت کے مطابق کیا جائے وہ عملاً ذکر ہے، اللہ کی یاد اس میں موجود ہے۔ بندے کو معلوم ہے کہ وہ ایسا اس لیے کر رہا ہے کہ ایسا کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ نماز، روزہ، تلاوت، تسبیحات یہ ذکرِ لسانی ہے، زبان سے ذکر کیا جاتا ہے لیکن عمل میں بھی انقطاع آجاتا ہے، ذکرِ لسانی میں بھی انقطاع آجاتا ہے آدمی دن بھر امورِ زندگانی میں مصروف رہتا ہے۔ زبان ذکر کے علاوہ دیگر باتوں میں مشغول رہتی ہے جو کاروبارِ حیات کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ لیکن جب بندہ سوجاتا ہے تو زبان چپ ہوجاتی ہے۔ اگر بیہوش ہوجائے تو زبان خاموش ہوجاتی ہے۔ قلب جب ذاکر ہوجائے تو اس کی دھڑکنوں میں ذکر بس جاتا ہے، ہر سانس ذاکر ہوجاتی ہے، دل کی ہر دھڑکن ذاکر ہوجاتی ہے بلکہ بدن کے روئیں روئیں میں ذکر سما جاتا ہے، اور وجود کا ہر ذرہ ذاکر ہوجاتا ہے۔ لوگ اسمِ اعظم تلاش کرتے ہیں۔ اسمِ اعظم کیا ہے؟ اس پر بڑی لمبی بحثیں ہیں لیکن لوگ کیوں اسمِ اعظم تلاش کرتے ہیں؟ لوگوں کا خیال ہے کہ جسے اسمِ اعظم کا پتا چل جائے اور وہ اس کا وظیفہ کرے تو پھر وہ جو چاہے دنیا میں وہی ہوتا ہے۔ پوری توجہ سے یہ بات ذہن نشین کرلیجیے کہ دنیا میں وہ ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ کوئی بندہ کسی وظیفے، کسی کلام، کسی اسمِ اعظم سے اللہ کا شریک نہیں بن جاتا کہ وہ ہوگا جو یہ چاہے، ایسا ممکن نہیں ہے۔ یہ لوگوں کا وہم ہے تو پھر اسمِ اعظم سے کیا ہوتا ہے؟ اسمِ اعظم سے یہ ہوتا ہے کہ دل کی صفائی بہت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے، قبولِ رحمت کی استعداد زیادہ ہوجاتی ہے اور عام آدمی کے سجدوں سے، کئی لوگوں کے ہزاروں سجدوں سے اس کا ایک سجدہ بھاری ہوجاتا ہے۔ اتنی رحمت قبول کرتا ہے کہ اس کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اسمِ اعظم ہے کیا؟ اسمِ اعظم کا ترجمہ بنتا ہے سب سے بڑا نام۔ اب بے شمار لوگوں نے مختلف آیات لکھی ہیں کہ اس میں اسمِ اعظم ہے، اس میں اسمِ اعظم ہے۔ جتنی آیات لکھی ہیں اس میں اللہ ہی موجود ہے۔ اللہ کریم کے

ننانوے نام سارے صفاتی نام ہیں، ہر نام میں اللہ کریم کی ایک صفت مذکور ہے۔ اللہ ذاتی نام ہے جس میں ساری صفات سما جاتی ہیں یعنی آپ کوئی بھی صفاتی نام کہتے ہیں کہ یہ اسم اعظم ہے تو یہ اسم اعظم کیسے ہو سکتا ہے کہ اس میں تو ایک صفت الٰہی کا ذکر ہے۔ اب یہ ضروری نہیں کہ اللہ کے جو نام ہمیں بتائے گئے یا جو قرآن میں نازل ہوئے وہ ننانوے ہیں تو صفات ننانوے ہی ہوں گی ننانوے بتائی گئی ہیں۔ اس کی ذات جیسے لامحدود ہے اس کی صفات بھی لامحدود ہیں۔ ہماری عقل سے وراء الوراء ہیں ہمارے علوم سے بالاتر ہیں تو جس صفت کا بھی، رحمٰن، رحیم، جبّار، قہار، ستار جس کا بھی ذکر کرو ایک صفت کا اشارہ کر رہا ہوگا وہ ایک صفت کی حمد کر رہا ہوگا لیکن جب آپ اللہ کہتے ہیں تو ساری صفات جو مخلوق کو بتائی گئیں جو ہمیں معلوم ہیں وہ بھی اور جو ہم نہیں جانتے وہ بھی ساری صفات اس ایک اسم ذات اللہ میں آجاتی ہیں۔ اسی لیے سورۃ المزمل میں ارشاد ہوا: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اپنے پروردگار کے ذاتی نام کی تکرار کرو، اس کا ذکر کرو، اور ذاتی نام ہے اللہ۔ فرمایا: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ۔۔۔ اللہ، اللہ، اللہ، اللہ اتنی بار کہو اتنا کہو اتنا کہو کہ: وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (المزمل: 8) کہ سوائے اللہ کے تمہارے دل و دماغ میں کچھ نہ رہے کائنات سے کٹ جاؤ۔ کتنی وسیع مخلوق ہے اللہ کی، فرمایا، ساری مخلوق سے کٹ کر صرف اللہ رہ جائے۔ اتنی کثرت سے، اتنی جرأت سے، اتنی تیزی سے کرو۔ یہ سارے احکام قرآن میں موجود ہیں یہاں اس کی توجیہہ فرمائی ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے، کیوں اتنی کثرت سے ذکر کرو؟ فرمایا اس لیے کہ وہ ہر وقت تم پر رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، ہر مومن پر۔ یہاں خطاب مومنین سے ہے، کافر رحمت کی استعداد سے محروم ہیں۔ کافر کو رحمانیت ملتی ہے۔ اللہ کے یہ دو نام اکٹھے آجاتے ہیں جیسے بسم اللہ شریف میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الرحمٰن بہت وسیع رحمت والا ہے کیونکہ وہ خالق ہے سب کا، سب کا رب ہے، ربّ العالمین ہے اور رب وہ ہستی ہے جو ہر ایک کی ہر ضرورت، ہر وقت، ہر جگہ، ہر حال میں پوری کر رہا ہو۔ تو کافر بھی اس کی مخلوق ہے، جانور بھی اس کی مخلوق ہے، شجر و حجر اس کی مخلوق ہے تو ہر ایک کی زندگی کی ضرورتیں جو ہیں وہ اسے عطا فرما رہا ہے۔ اس کی صحت، اس کی اولاد اس کے عہدے، مرتبے، مال و دولت بلکہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تو میں نے ایمان والوں پہ رحم فرمایا اگر مومنین کا خیال نہ ہوتا کہ یہ دولت کی چمک میں بہک نہ جائیں تو میں کافروں کے مکان اور گھر سونے اور چاندی کے بنا دیتا، اور ان کے لیے سونے کے تخت بچھا دیتا جن پر یہ گاؤ تکیے لگا کر بیٹھتے۔ اس لیے کہ اگر سارا گھر بھی سونے چاندی کا ہو جائے، برتن تکیے بستر بھی تو یہ چند روزہ زندگی ہے چھوڑ کر چلے جانا ہے اور ذرّے ذرّے کا حساب دینا پڑے گا کیونکہ کافر آخرت سے محروم ہیں تو وہ اتنا کریم ہے وہ کہتا ہے کہ اس نے صرف دنیا ہی جینی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ اسے دنیا بے حساب دے دوں لیکن اسی لیے اتنی نہیں دی کہ کمزور ایمان والے جو ہیں وہ دنیا کے لالچ میں پھسل جائیں گے یہ میں نے ان کے ساتھ رعایت کی ہے تو دنیا تو سب کو دے رہا ہے۔ روزی، مادّی روزی، ہوا پانی سورج پھر وقت کے ساتھ ساتھ لڑکپن، جوانی، طاقت، اقتدار، بڑھاپا، کمزوری یہ سارا جو اللہ کا ایک نظام ہے اس میں سارے چل رہے ہیں لیکن رحمت کا حصہ جو ہے، وہ صرف مومن کا حصہ ہے۔ اور فرمایا رات دن کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جب اللہ کریم تم پر رحمت نہ برسا رہا ہو۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ۔۔۔ تم پر رحمت نازل فرما رہا ہے وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ۔۔۔ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت کی دعا کر رہے ہیں، اب کتنے فرشتے ہیں؟ اللہ کے لشکروں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ خود ہی جانتا ہے۔ فرشتے بھی مومنین کے لیے دست بدعا ہوتے ہیں کہ اے اللہ ان پر مزید رحمتیں نازل فرما، مزید کرم فرما۔ يُصَلِّي عَلَيْكُمْ۔۔۔ ہر وقت تم پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ يُصَلِّي کی نسبت جب اللہ کی طرف ہوتی ہے تو معنی ہوتا ہے کہ رحمت نازل فرما رہا ہے، فرشتوں کی طرف ہوتی ہے تو طلبِ رحمت کر رہے ہیں۔ اسی سے صلوٰۃ اور درود شریف ہے۔ ہمیں حکم ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (احزاب: 56)۔ ہماری صلوٰۃ یہ ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے لیے نزولِ رحمت کی دعا کریں۔ اسی کو درود کہتے ہیں۔ درود دَرَّ يَدُرُّ سے مشتق ہے درود کا مطلب ہے وہ عمل جو مسلسل جاری رکھا

جائے جس میں انقطاع نہ آئے تو فرمایا اے میرے ایمان والے بندو! کثرت سے ذکر کرو۔ اور جب دل ذاکر ہو جائے، رگ رگ میں ذکر سما جائے۔ یہ کھربوں سیل جو وجود میں ہیں ہر سیل علیحدہ ذکر کرنے لگ جائے تو یہی اسمِ اعظم بن جاتا ہے۔ اور اسمِ اعظم کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک بندہ سجدہ کرتا ہے، درود شریف پڑھتا ہے، تلاوت کرتا ہے۔ تو اس کی زبان تر رہتی ہے، اس کی زبان تسبیح کر رہی ہے سبحان ربی الاعلیٰ جب دل ذاکر ہو جائے اسی کے ساتھ بدن کے سارے ذرّات ذاکر ہو جائیں جیسا کہ ساتویں لطیفے سے سارے ذرات ذاکر ہو جاتے ہیں۔

کسی کو سات لطیفے بھی نصیب ہو جائیں تو اس کا ہر باڈی سیل ذاکر ہو جاتا ہے، دس کھرب سیل ذاکر ہو جاتے ہیں پھر اس کے سجدے اور غیر ذاکر کے سجدے میں فرق ہوتا ہے غیر ذاکر کی زبان سبحان ربی الاعلیٰ کہتی ہے اور ذاکر سجدہ کرتا ہے تو زبان سے لے کر ہر باڈی سیل سبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہے تو کتنا فرق ہوا! سائنسدان کہتے ہیں کہ ہر وجود میں دس کھرب سیل ہیں تو ہر لمحے زبان تین بار کہتی ہے تو دس کھرب سیل اگر تین بار بھی کہیں تو وہ تیس کھرب بنتا ہے۔ ایک بندے نے سجدہ کیا دل ذاکر نہیں ہے تو اس نے تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہا اور ایک کا دل ذاکر ہے وجود ذاکر ہے تو اس نے تیس کھرب بار سبحان ربی الاعلیٰ کہا تو پھر اسمِ اعظم کیا ہوا؟ یہی اسمِ اعظم ہوا ناں! اللہ کا نام دل میں رچ جائے تو اسمِ اعظم نصیب ہوگا۔ لیکن ذکر اس لیے نہیں کرنا کہ لوگ مجھے پارسا کہیں، ذکر اس لیے نہیں کرنا کہ مجھے کشف ہو جائے، یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ اب جو میں کہوں وہ ہوگا یہ تو سرے سے شرک ہے۔ اللہ کی بادشاہت میں کوئی اس کا شریک نہیں نہ ذات میں، نہ صفات میں۔ نہ مخلوق میں یہ استعداد ہے کہ وہ شریک ہو سکے۔ ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے اور ہوگا بھی وہی جو اس کی پسند ہے۔ کوئی بندہ کچھ بھی کر لے اس کی پسند دنیا پہ نافذ نہیں ہو سکتی، جو جو جس کے ساتھ ہو رہا ہے اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے، اس کے اپنے کردار کا نتیجہ ہے۔ سب اس کے پیدا کرنے والے، پالنے والے کے فیصلے ہیں وہ ہر ایک پہ نافذ ہو رہے ہیں تو اسم اعظم کی جستجو اس لیے کہ آئندہ جو میں کہوں گا وہ ہوگا یہ تو نظریہ ہی غلط ہے۔ اسمِ اعظم وہ اسمِ ذات ہے کہ جو رحمتِ الٰہی ہر آن مومنین کے لیے برس رہی ہے اسے زیادہ سے زیادہ جذب کر سکیں، زیادہ سے زیادہ قبول کر سکیں۔ ایک بندہ تسبیح پڑھتا ہے اس کی زبان تسبیح پڑھ رہی ہے، ایک بندے کے سارے لطائف روشن ہیں تو اس کی صرف زبان نہیں پڑھ رہی اس کے ساتھ دس کھرب سیل بھی پڑھ رہے ہیں۔ یعنی اسمِ اعظم کی یہ برکت ہے کہ آپ تسبیح پر ایک دفعہ درود شریف پڑھتے ہیں اور آپ کا وجود ذاکر ہے تو آپ کی زبان ایک بار پڑھتی ہے آپ کے سیل ایک ایک بار بھی پڑھے تو دس کھرب بار پڑھا جائے گا۔ بہت سے دوستوں کو ایک تعداد مقرر کرنے کا شوق ہوتا ہے کہ اتنا درود شریف پڑھا جائے تین ہزار بار سات سو بار، پانچ سو بار، ایک تعداد مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے اگر تعداد مقرر نہ ہو تو آدمی محروم رہ جاتا ہے اگر مقرر کر لے تو اتنا روز پڑھ لیتا ہے یہ فائدہ ہے ورنہ مقرر کرنا ضروری نہیں۔ ہر آن اور ہر لمحہ یہ جاری رہنا چاہئے اور یہی اسمِ اعظم ہے کہ بندے کے دل میں وہ استعداد آ جائے کہ اس کا ہر باڈی سیل ذاکر ہو جائے۔ تو ذکر جو ہے یہ استعداد ہے قبولیتِ رحمتِ الٰہی کی، جو ہر لمحہ ایمان والوں پر برس رہی ہے۔ اور یہ حکم مومنین کو ہے، جو بھی ایمان لائے گا، وہ اس سعادت سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ جسے ایمان ہی نصیب نہیں اس کا کیا؟ کفر تو ایسا ہے جیسے برستی بارش میں بھی ننگی چٹانیں کھڑی ہوں تو اس بارش کو قبول کرنے کی ان میں استعداد ہی نہیں ہوتی۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ۔۔ یہاں بھی وہی اسمِ ذات استعمال ہوا ہے، اللہ کا ذکر کرو اور یہی اسمِ اعظم ہے ہاں ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ بہت کثرت سے۔ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ رات دن ہمہ وقت اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ دل ذاکر ہو جائے تو پھر بھی زبان پہ غفلت نہیں آنی چاہیے کہ جی میرا تو دل ذاکر ہے میں نے زبانی ذکر کیا کرنا ہے۔ نہیں تلاوت کرو، درود شریف پڑھو، اللہ اللہ کرو، تسبیحات پڑھو، دل ذاکر کرو، وجود کا ذرہ ذرہ ذاکر کرو، زبان کو بھی ذکرِ الٰہی سے تر رکھو۔ زبان کی کثرت یہ ہے کہ دن بھر میں جتنی باتیں ہم کرتے ہیں اس میں سب سے زیادہ بات اللہ کا ذکر ہو اور اس لیے کرو۔ هُوَ الَّذِيْ وہی ذات تو ہے يُصَلِّيْ

عَلَيۡكُمۡ۔۔۔ جو تم پر مسلسل رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، مسلسل بارانِ رحمت برستی رہتی ہے ہر لحظہ ہر آن نزولِ رحمت ہوتا رہتا ہے وَمَلٰٓئِكَتُهٗ اور اس کے فرشتے بھی ہمہ وقت تم پر نزول رحمت کی دعا کرتے ہیں۔لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ۔۔۔ نزولِ رحمت اور فرشتوں کی دعا اور اللہ کی رحمت کا نزول اور ہماری قبولیت سے ہمیں کیا پتہ چلے گا کیسے سمجھ آئے گی کہ ہم پر رحمت نازل ہو رہی ہے۔ فرمایا: لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ۔۔۔ جب رحمت نازل ہوتی ہے تو بندہ اندھیروں سے روشنی کی طرف سفر کرتا ہے، گناہوں سے نکل کر نیکیوں کی طرف جاتا ہے۔ اسم اعظم کا کمال یہ ہے کہ گناہ کڑوے لگنے لگ جاتے ہیں، اور نیکیاں میٹھی لگنے لگ جاتی ہیں حتیٰ کہ جان بھی دینی پڑے، گردن کٹوانی پڑے تو اس میں بھی الگ لذت ہے، اگر اللہ کی راہ میں ہو تو اس کی اپنی لذت ہے، حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کو اللہ کریم شہداء سے پوچھیں گے کہ جو چاہتے ہو بتاؤ؟ تو وہ کہیں گے بارِ الٰہا ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دے اور وہیں اسی طرح ہمیں شہادت نصیب ہو اور اس کی وہ لذت نصیب ہو، ارشاد ہوگا دنیا تو ختم ہوگئی، اب یہاں کا جو چاہتے ہو وہ مانگو۔ یعنی وہ لذت انہیں برزخ میں بھی یاد رہی، قیامت کا حادثہ بہت بڑا حادثہ ہے لیکن قیامت کا حادثہ بھی ان کی لذت ان کے ذہنوں سے فراموش نہ کرا سکا، اور ابھی تک اس کی طلب ان میں باقی ہے۔ یہ اسم اعظم کا کمال ہے، اگر یہ نصیب نہ ہو تو بندہ کہتا ہے دل تو بڑا چاہتا ہے لیکن نمازیں چھوٹ جاتی ہیں، دل تو بڑا چاہتا ہے لیکن تسبیحات مجھ سے پڑھی نہیں جاتیں۔ اور بڑی عجیب بات ہے بندہ سکے کی قیمت جانتا ہے ناں اس لیے کبھی کوئی ایک پیسہ بھی گرنے نہیں دیتا۔ کوئی بندہ پانچ روپے، دس روپے گرنے نہیں دیتا۔ کہیں چونی گر جائے تو سارا دن پریشان ہو کے خاک چھانتا ہے ذکر چھوٹ جائے تو اسے کیوں دکھ نہیں ہوتا؟ جب کہ یہ اسم اعظم ہے اور بڑی عجیب بات ہے مجھے خط آتے ہیں دوستوں کی، ای میلز آتی ہیں کہ جی میری طبیعت خراب ہوگئی، بیمار ہوگیا تو ذکر چھوٹ گیا۔ او اللہ کے بندے ذکر چھوٹ جائے تو اسے زیادہ علاج کی ضرورت ہے، زیادہ ذکر کی ضرورت ہے ذکر فراغت کے زمانے کا کام نہیں یہ ہر حال کی ضرورت ہے۔ بیمار ہو تو ذکر کرو، فارغ ہو تو ذکر کرو، مصروف ہو تو ذکر کرو۔ ہر حال میں ذکر کرو۔ ذکر میں ناغہ نہ کرو۔ بیمار ہو گئے ہیں تو کیا دوسرے کام چھوٹ گئے ہیں کہ فرصت ہوگی تو کریں گے۔ ذکر کو پابندی سے اور باقاعدگی سے کرو لیکن یہ تب ہوتا ہے جب ان چیزوں کی قیمت کا ادراک ہو، قیمت کا پتا ہو۔ قرآنِ کریم کی یہ آیت مبارکہ اس کی قیمت کا احساس دلا رہی ہے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ انسان ہے، دارِ دنیا ہے، اس سے کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں، سستی بھی ہوتی ہے غلطی بھی ہوتی ہے لیکن ذاکر کا سفر اندھیروں سے روشنی کی طرف جاری رہتا ہے اس سے برائیاں خطائیں غلطیاں چھوٹتی جاتی ہیں اور وہ نیکیاں اپناتا چلا جاتا ہے۔وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا (الاحزاب:43) اور یہ سارا کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ کریم ایمان والوں کے لیے بے پناہ رحمت کرنے والے ہیں، بے حد و بے حساب رحم کرنے والے ہیں حتیٰ کہ تَحِيَّتُهُمۡ يَوۡمَ يَلۡقَوۡنَهٗ سَلٰمٌ حتیٰ کہ جب آخرت میں داخل ہوتا ہے، میدانِ حشر میں اٹھے گا تو اللہ کی طرف سے اسے سلامتی کا تحفہ ملتا ہے۔ تَحِيَّتُهُمۡ يَوۡمَ يَلۡقَوۡنَهٗ سَلٰمٌ۔۔۔ جب اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، تو انہیں اس کی طرف سے سلامتی کا تحفہ ملے گا۔ جیسا نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ اذا مات احدکم فقد قامت قیامۃ (الحلیۃ الاولیاء) قال رسول اللہ ﷺ کہ جو مرتا ہے تو ایک طرح سے اس کی تو قیامت قائم ہو جاتی ہے، دنیا سے تعلق ختم ہو جاتا ہے، آخرت میں جاتا ہے۔ تو فرمایا مر کر آئے، برزخ میں آئے، میدانِ حشر میں آئے، اللہ کی طرف سے اس پر سلامتی کا نزول ہوتا ہے، اسے تحفہ ملتا ہے۔ وَاَعَدَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَرِيۡمًا۔۔۔ اور ان کے لیے ان کی محنت، مشقت، مجاہدے سے بڑھ کر کہیں زیادہ اس کے لیے اجر تیار کر رکھا ہے، یہ تو وہاں پتا چلتا ہے کہ کام بہت تھوڑا تھا، چند برسوں کی ریاضت اور چند برسوں کی عبادت تھی لیکن وہاں لامحدود مدت کے لیے نہ ختم ہونے والی زندگی کے لیے انعامات کے انبار لگ گئے۔

تو ان آیاتِ مبارکہ نے جہاں کثرتِ ذکر کا حکم دیا ہے وہاں اس کی ضرورت اور اس کا فائدہ بھی بتا دیا ہے (بقیہ صفحہ نمبر 25)

سورۃ کہف

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

کسی صحیح غرض سے شکوہ کا اظہار منافی صبر نہیں

قولہ تعالیٰ: لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا

الکہف: 62

ترجمہ: ہم کو تو اس سفر میں بڑی تکلیف پہنچی۔

''یہ دلیل ہے اس پر کہ اپنی حالت مرض وغیر کا اظہار منافی کمال نہیں۔''

یعنی یہ منافی کمال نہیں کہ بندہ بیمار ہو جائے یا تھک جائے یا کمزور ہو جائے یا کسی کے سامنے علاج کے لیے اپنا مرض بیان کرے یہ کمال کے منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ موسیٰؑ نے فرمایا کہ اس سفر نے تو مجھے بہت تھکا دیا۔ حضرتؒ نے یہاں ایک اور نکتہ ارشاد فرمایا جو یہاں اس کتاب میں نہیں ہے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ جب تک خضرؑ کی تلاش میں چلتے رہے تو جانے کتنا سفر کر گئے لیکن کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں کی۔ اب ہوا یہ کہ جہاں خضرؑ تشریف فرما تھے وہاں پہنچے۔ یوشع بن نون کے ساتھ ایک تلی ہوئی مچھلی تھی۔ اور خضرؑ کے ملنے کی جگہ کی نشانی یہ تھی کہ وہ مچھلی سمندر میں گر جائے گی اور پانی کے اندر چلی جائے گی راستہ بنتا جائے گا اور آپ پیچھے تشریف لے جایئے خضرؑ سے ملاقات ہو جائے گی۔ جب وہ ایک چٹان پر سے گزرے نیچے سمندر تھا وہ مچھلی ان کے ہاتھ سے نکل کر سمندر میں گر گئی اور سمندر میں وہ زندہ بھی ہو گئی پھر چلتی گئی پانی ہٹتا گیا راستہ بنتا گیا۔ تب یوشعؑ کو موسیٰؑ کو بتانا بھی یاد نہ رہا چلتے رہے چلتے رہے آگے نکل گئے تو موسیٰؑ نے کہا اس سفر نے تو تھکا دیا ہے۔ تمہارے پاس ایک مچھلی تھی بھنی ہوئی تو وہ لاؤ، وہ کھائیں۔ اس وقت یوشع بن نونؑ نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو یاد ہی نہیں رہا وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ مجھے تو شیطان نے آپ سے ذکر کرنا ہی بھلا دیا۔ وہ مچھلی تو میرے ہاتھ سے چھوٹ کر پانی میں گر گئی تھی اور وہ زندہ ہو گئی اور جدھر پانی میں گئی بڑی عجیب بات ہے کہ رستہ بنتا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ وہی تو جگہ تھی جسے ہم تلاش کر رہے تھے فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا یوں باتیں کرتے ہوئے ان قدموں کی طرف واپس چل پڑے تو حضرت فرماتے ہیں کہ جب تک انسان شیخ کامل کی طلب میں خلوص سے رہتا ہے تھکتا نہیں۔ جب وہ اس مقام سے آگے نکل گئے تو تھک گئے۔ حالانکہ پیچھے سے کتنا لمبا چل کر گئے تھے تھکاوٹ کی شکایت نہیں کی۔ لیکن جب منزل سے ادھر ادھر ہو گئے تو پھر وہ جو مغلوبیت تھی انسانی وہ آ گئی اور تھکاوٹ آ گئی۔ تو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ سے آگے نکل جانا بھی تھکا دیتا ہے۔ اطاعت اور پیروی میں رہنے سے تھکاوٹ نہیں آتی۔

تاثیر طبعی وسوسہ منافی کمال نہیں

قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ

الکہف: 63

ترجمہ: اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا۔

''اس میں دلالت ہے اس پر کہ وسوسہ ونسیان شیطان کے اثر سے پیش آجاتا ہے۔ یہ ولایت کے بلکہ نبوت کے بھی منافی نہیں''

حضرت یوشع بن نون بھی تو نبیؑ تھے انہیں شیطان نے بھلا دیا اور اس میں تکلیف اٹھانی پڑی موسیٰؑ کو اور ان کو بھی۔ تو عملی زندگی جو ہے اس میں یہ اللہ کی نافرمانی تو نہیں تھی۔ چونکہ نبیؑ تھے گناہ نہیں کرا سکا لیکن ظاہری جسمانی تکلیف میں تو مبتلا کر دیا۔ تھکاوٹ ہوئی تو فرمایا کسی کو اس سے بے فکر نہیں ہونا چاہیے کہ کسی مقام، کسی منزل پہ چلا جائے اسے ہمیشہ متوجہ الی اللہ رہنا چاہیے۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔

علم لدنّیِ

قولہ تعالیٰ: وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا الکھف:65

ترجمہ: اور ہم نے اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا۔

"یہ تعلیم ممکن ہے کہ بواسطہ وحی ہو یا بواسطہ الہام اور یہ الہام انبیاء اور غیر انبیاء سب کو ہوتا ہے۔ اور یہ آیت اصل ہے اثبات علم لدنّیِ میں اور اس علم لدنّیِ کو علم حقیقت و علم باطن بھی کہتے ہیں۔ گو ان واقعات جزیہ مذکورہ فی القصہ کا علم اس نوع میں داخل نہیں لیکن خضر علیہ السلام کو علم لدنّیِ بھی عطا کیا گیا ہے۔"

علم لدنّیِ کیا ہوتا ہے؟ اس آیہ کریمہ ہی سے یہ لفظ لیا گیا ہے وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ان کو ہم نے اپنی طرف سے علم دے دیا۔ یہ اللہ کی عطائے خاص ہوتی ہے۔

ایک نعتیہ شعر سنا۔ خوبصورت شعر ہے

یہ اک معجزہ تھا دنیا کو دکھانے کے لیے
آپ اُمی تھے آئے تھے پڑھانے کے لیے

علم لدنّیِ یہ ہے کہ کسی سکول، کسی مدرسے سے، کسی فرد، کسی استاد سے آقائے نامدار ﷺ نے ایک حرف نہیں سیکھا اور دنیا آج تک آپ ﷺ سے سیکھتی جا رہی ہے اور قیامت تک سیکھتی چلی جائے گی۔ انسانی زندگی کا کون سا موضوع ہے جس پر حضور ﷺ نے راہ نمائی نہیں فرمائی۔ دنیا میں جتنے بھی ماہرین علوم ملتے ہیں وہ انہی علوم کے ماہر ہوتے ہیں جن علوم میں انہوں نے مہارت حاصل کی ہوتی ہے مثلاً تاریخ کا ماہر انجینئرنگ سے نابلد ہوگا۔ سائنسی علوم کا ماہر کسی دوسرے شعبے میں جاہل ہوگا۔ ہر شخص ایک فن میں ماہر ہوتا ہے وہ کامل ہو جائے بہت بڑا ماہر ہو جائے دوسری چیز کی اسے خبر نہیں ہوتی۔ یہ کون ہستی ہے جس نے کسی فرد بشر سے سیکھا نہیں لیکن دنیا کے ہر علم کا امام ہے۔

وہ اُمی تھے آئے تھے پڑھانے کے لیے۔

اور کتنی مخلوق گزر چکی ہے ان چودہ صدیوں میں جنہوں نے حضور ﷺ سے سیکھا اور قیامت تک آنے والے خوش نصیب آپ ﷺ سے پڑھتے رہیں گے سیکھتے رہیں گے۔

تو علم لدنّیِ اس طرح ہوتا ہے کہ جیسے جادوگر آ گئے موسیٰؑ کے مقابلے میں اور ان کی ساری امیدیں فرعون سے وابستہ تھیں اور انہوں نے آتے ہی فرعون سے بات کی۔ جب دربار سجا اور انہوں نے لاٹھیاں رسیاں پھینک کر میدان بھر لیا تو سب فرعون سے کہنے لگے أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ سورۃ الشعراء: 41 اگر ہم جیت گئے تو پھر ہمیں انعام تو دیجئے گا؟ صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ انسان بھی عجیب چیز ہے ذرا ان جادوگروں کو دیکھو کہ فرعون ان سے مدد مانگ رہا ہے۔ ان کا محتاج ہے اور یہ اس سے مانگ رہے ہیں کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ انعام دیجئے گا۔ انسان کا مزاج کتنا عجیب ہے؟ پھر فرماتے ہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جادو سے چیزوں کی حقیقت نہیں بدلتی۔ اب یہ لاٹھیوں، شہتیروں اور رسیوں کے سانپ تو بنا رہے ہیں لیکن یہ مٹی، پتھر اور لوہے سے روپیہ نہیں بنا سکتے، سونا نہیں بنا سکتے، ہیرا نہیں بنا سکتے، بنا سکتے تو فرعون سے مانگنے کی کیا ضرورت تھی۔ جادو کرتے اور ہیرے، سونا، چاندی اور جواہرات بنا لیتے اور بادشاہ بن جاتے۔ فرعون سے انعامات مانگنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ ساری امیدیں ان کی فرعون سے وابستہ تھیں لیکن جب انہوں نے معجزہ دیکھا موسیٰؑ کا کہ یہ تو کمال ہے۔ ایک بھرا ہوا میدان تھا۔ ایک ساڑھے چار پانچ فٹ

کی لاٹھی انہوں نے پھینکی وہ اتنا بڑا اژدھا بنا اور پھر سب کو نگل گیا اور پھر جب پکڑی تو پھر ویسے ہی لاٹھی تھی اور کوئی اس کا حجم نہیں بڑھا تو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جادوگروں نے یہ دیکھا کہ اگر کوئی جادو کے زور سے کوئی نقطہ بنتا ہے اور اس سے بڑا جادوگر آجائے تو اس کا جادو باطل کردے گا لیکن اصل چیز تو رہ جائے گی۔ لاٹھی تھی یا رسی تھی وہ سانپ بن گئی تو دوسرے جادوگر نے اس کا جادو باطل کردیا تو وہ لاٹھی اور وہ رسا تو وہاں پڑا ہونا چاہیے تھا۔ وہاں تو کچھ بھی نہیں پڑا ہوا تھا تو انہوں نے کہا یہ جادوگر نہیں ہے یہ اللہ کا کام ہے یہ معجزہ ہے تو وہ سربسجود ہوگئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے بڑا صحیح کہا کہ موسیٰ ؑ اور ہارونؑ جس رب کی بات کرتے ہیں ہم اس رب کو مانتے ہیں یہ ضروری ہوتا ہے کہ اللہ کو ویسے مانا جائے جیسے اللہ کا نبیؑ اللہ کا رسولؑ منواتا ہے۔ اب فرعون ناراض ہوگیا اس نے کہا میں تمہارے مخالف سمتوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا دوں گا۔ تمہیں میں سولی پر لٹکاتا ہوں اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى (طٰہٰ:71) پتہ چلے گا کہ کون سخت عذاب دیتا ہے۔ انہوں نے مسکرا کر کہا تجھ سے جو ہوسکتا ہے وہ کر گزر۔ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ط (طٰہٰ:72) ہم واپس اپنے رب کی بارگاہ میں پہنچ جائیں گے۔ ہمیں شہادت کا رتبہ مل جائے گا۔ ہم پہلے مسلمانوں میں سے ہوں گے۔

اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا ۔۔ ہم ایمان لے آئے۔ پھر ہم خوش نصیب ہوں گے کہ ایمان کے ساتھ ہمیں شہادت بھی مل گئی پھر اللہ ہماری خطائیں معاف کردے گا اور اللہ ہمیں نیک اجر دے گا۔

توانہیں یہ باتیں کس نے سکھائیں۔ میدان میں کھڑے ہوکر بھی توقعات فرعون سے تھیں۔ موسیٰ ؑ سے کوئی بات نہیں سیکھی لیکن جب سربسجود ہوئے تو اس خلوص سے کہ ان کے قلوب کا رابطہ قلب پیغمبرؑ سے ہوگیا موسیٰ ؑ کے قلب پاک سے ہوگیا اور جو علوم ان کے قلب اطہر میں تھے وہ ان کے قلوب میں در آئے اور ان کی زبان سے جاری ہوگئے تو اسے علم لَدُنِّی کہتے ہیں۔ کسی کو یہ نصیب ہو کہ اس کا دل قلبِ اطہر رسول اللہ ﷺ کے سامنے سرنگوں ہو، دامن پھیلا دے اور وہاں سے برکات نصیب ہوں تو پھر کتابوں کی، اساتذہ کی، سکولوں کی، مدارس کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ علوم جو براہ راست آتے ہیں، وہ اللہ کی بارگاہ سے آتے ہیں، بارگاہ رسالت سے اور برکات نبوت سے آتے ہیں۔

نبی ﷺ کے بغیر کوئی بندہ براہ راست اللہ کا کرم وصول نہیں کرتا نبی مخلوق اور اس کی ذات میں واسطہ ہوتا ہے تو وہ برکات جو قلوب سے قلوب میں آجاتی ہیں انہیں علم لَدُنِّی کہتے ہیں اور فرماتے ہیں وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ہم نے خضرؑ کو اپنی طرف سے علم عطا کیا۔ حضرت خضرؒ بنی اسرائیل کے اولیاء میں سے ہیں اور حضرتؒ کی تحقیق کے مطابق اس زمانے کے قطب مدار تھے۔ بعض ارواح مرنے کے بعد ملاء الاعلیٰ کی شکل اختیار کر جاتی ہیں بعض خوش نصیب ارواح کو بعد از وصال ان فرشتوں میں شامل کر دیا جاتا ہے جنہیں ملاء الاعلیٰ کہتے ہیں۔ جو اللہ کی تقدیر کو نافذ کرنے کا کام کرتے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ کی ارواح کو بھی اس میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک خضرؑ علیہ السلام بھی ہیں کہ ان کا وصال ہوگیا۔ ان کی موت واقع ہوگئی ان کی روح ان فرشتوں میں شامل ہوگئی جو تقدیر کے نفاذ کا کام کرتے ہیں۔ تو اب موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم رسولؑ تھے خضر ایک ولی اللہ تھے۔ فضیلت موسیٰ ؑ کے پاس تھی لیکن موسیٰ ؑ کو، نبیؑ کو جتنے علوم عطا ہوئے وہ تشریعی امور تھے۔ ان کا تعلق مخلوق کا اللہ سے تعلق قائم کرنے کا تھا اور جو علوم خضرؑ کو ملے وہ تکوینی تھے یعنی من جانب اللہ حکم نافذ ہوتا ہے۔ تو تکوینی علوم سے موسیٰ ؑ کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ انہوں نے جو کام کرنا تھا اس کے بارے ان کے پاس علوم تھے اس لیے انہوں نے عرض کیا آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔ اس لیے کہ جو علم اللہ نے مجھے دیئے ہیں آپ اس سے واقف نہیں ہیں تو وہی ہوا ان کے ہر کام سے آپؑ مبہوت ہوتے گئے تو تیسرے کام پر انہوں

نے کہا بس۔ چونکہ ان کے پاس تکوینی اُمور تھے اور بظاہر وہ کام شرعاً جائز نہیں تھے۔ لیکن اللہ مالک ہے خود کرے تو اس میں کیا مصلحت ہے وہ خود جانتا ہے۔ اس کا نبیؑ ان امور کا مکلف نہیں ہوتا نبی تو امور شریعت کا مکلف ہوتا ہے۔ اور فرشتے حکم الٰہی کے مکلف ہوتے ہیں۔ تو ان کی روح چونکہ ملاء الاعلیٰ کی شکل میں یہی امور انجام دے رہی تھی۔ وہ کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے کوئی اشارہ کیا کشتی میں دراڑ آ گئی آپؑ نے کہا کمال بندے ہو! پہلے تم نے ہمیں سوار کیا پھر کشتی پھاڑ دی بعد میں انہوں نے بتایا کہ وہ دوسرے کنارے پہ بادشاہ کشتیاں چھین رہا تھا تو اللہ نے چاہا کہ اس میں تھوڑا سا عیب پیدا کر دیں کہ یہ غریب آدمی ہے اس کی کشتی بادشاہ نہ چھینے۔ وہ کتنا کریم ہے اور کتنا خیال رکھتا ہے اپنے بندوں کا کہ اس کشتی والے کے لیے کہاں سے خضرؑ کو بھیجا اور فرمایا اس میں دراڑ ڈال کر اسے ناقص کر دو۔ اسی طرح انہوں نے ایک بچے کو قتل کر دیا۔ موسیٰؑ نے فرمایا وہ معصوم بچہ تھا آپ نے اشارہ کیا، وہ مر گیا۔ آپ نے قتل کر دیا یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہے۔ بعد میں جب انہوں نے تاویل بتائی تو انہوں نے بتایا کہ اس بچے کے دل میں اس قدر خرابی تھی کہ یہ بڑا ہوتا تو خود بھی کفر کی طرف مائل ہوتا اور اس کے ماں باپ نیک ہیں یہ ان کا ایمان ضائع کرنے کا سبب بھی بن جاتا اور یہ ان کو بھی کفر کی طرف دھکیلنے کا سبب بن جاتا تو اللہ نے اسے اٹھا لیا ہے ان کی نیکی کے سبب اب اس کے بدلے انہیں نیک اولاد دے گا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کے بعد ان کے ہاں ایک بیٹی ہوئی اس کی شادی ایک نبیؑ سے ہوئی اور پھر اس کی پشت سے ستر انبیاء آگے نسل در نسل پیدا ہوئے۔ تیسرا واقعہ ایک گاؤں میں پیش آیا کہ ان لوگوں نے مہمانوں، مسافروں کی مہمانداری سے انکار کر دیا۔ یہاں خضرؑ نے ایک کچے مکان کی وہ دیوار جو گرا ہی چاہتی تھی کو ہاتھ سے سیدھا کر کے کھڑا کر دیا تو موسیٰؑ نے ان پر اعتراض کیا کہ آپ کو کرامات دکھانے کا بڑا شوق ہے اور ہم بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ آپ گاؤں والوں سے اپنے کام کی مزدوری ہی لے لیتے کھانا تو مل جاتا۔

اس پر خضرؑ نے کہا کہ بس اب ہمارا ساتھ ممکن نہیں۔ اب ہم دونوں کے راستے جدا ہیں۔ البتہ میں آپ کو ان کاموں کی حکمت بتا دیتا ہوں اس دیوار کے نیچے ایک نیک شخص نے خزانہ دفن کیا تھا وہ ان دو یتیم بچوں کا باپ تھا، بہت نیک آدمی تھا تو اللہ کریم چاہتے ہیں کہ یہ دیوار تب تک نہ گرے جب تک یہ بچے جوان نہ ہو جائیں اور اپنا خزانہ سنبھال سکیں تو میں نے ان میں سے کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ مجھے جو حکم ملا وہ میں نے کر دیا۔ میرا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ تو یہ علم لدُنّی تھا فرمایا یہاں سے علم لدُنّی ثابت ہوتا ہے۔

ادب شیخ

قولہ تعالیٰ: قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ الکھف :66

ترجمہ: موسیٰؑ نے ان سے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط سے کہ جو علم مفید آپ کو سکھلایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی سکھلا دیں۔

''اسلوب کلام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰؑ نے اپنے کلام میں خضرؑ کے ساتھ کس قدر تواضع وادب اور لطف کی رعایت فرمائی ہے۔''

فرمایا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کہ طالب خواہ کس قدر اپنی حیثیت میں بہت بڑا بھی ہو شیخ کے ساتھ بات کرنے میں ادب اور خلوص دونوں باتوں کا لحاظ رکھے کہ وہاں سے اسے کچھ حاصل کرنا ہے۔ حیثیت کے اعتبار سے موسیٰؑ اولوالعزم رسولؑ ہیں خضرؑ ایک ولی ہیں۔ ان کے خادم کی حیثیت کا درجہ بھی نہیں رکھتے لیکن مقامات میں ان کو جو اتنا فرق دیا تو موسیٰؑ چاہتے ہیں کہ اس میں سے مجھے بھی کچھ بتاؤ تو حصول علم کے لیے کس قدر تواضع اور ادب اور احترام سے آپ نے کلام فرمایا تو طالب کو شیخ کے ساتھ تواضع اور احترام کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

اکرم التفاسیر

سورۃ طٰہٰ آیات 1-12

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى
حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

طٰهٰ ۝1 مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝2
طٰہٰ۔ ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں۔ بلکہ ایسے شخص کی
اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝3 تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ
نصیحت کے لیے (اتارا ہے) جو (اللہ کا) خوف رکھتا ہے۔ یہ اس (ذات) کی طرف سے
وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝4 اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝5
نازل فرمایا گیا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا ہے۔ وہ بڑی رحمت والا،
لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
عرش پر قائم ہے۔ اسی کی (ملکیت) ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں
وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝6 وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ
اور جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور جو تحت الثریٰ (زمین کی مٹی کی تہہ کے نیچے) میں
فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝7 اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
ہیں۔ اور اگر تم پکار کر بات کہو تو یقیناً وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ
هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝8 وَهَلْ اَتٰىكَ
بات کو جانتا ہے۔ اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اس کے اچھے (اچھے)
حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝9 اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ
نام ہیں۔ اور کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) کی خبر پہنچی ہے؟ جب انہوں نے آگ دیکھی تو
امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ
اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ ہوسکتا ہے میں اس میں سے
مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝10
تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں یا آگ کے پاس کوئی راستہ بتانے والا مل جائے۔ پس
جب اُس (آگ) کے پاس پہنچے تو (من جانب اللہ) آواز دی گئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)
فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝11 اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ
! یقیناً میں ہی آپ کا پروردگار ہوں پس اپنے جوتے اتار دیں بے شک آپ پاک
نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝12
میدان طویٰ میں ہیں۔

سورۃ طٰہٰ شروع ہوتی ہے اس میں 135 آیات اور 8 رکوع ہیں۔ یہ اُن سورتوں میں سے ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

طٰہٰ: یہ حروفِ مقطعات ہیں، ان کا پڑھنا ضروری ہے۔ اِن کا معنی اللہ بہتر جانے، اللہ کا رسول جانے یا اللہ کے وہ بندے جنہیں اللہ بتادے، وہ جانیں۔ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے، یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ اگر قرآنِ کریم کا ترجمہ نہ بھی آتا ہو تو قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے، کیفیات عطا ہوتی ہیں جن سے دل میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ حروفِ مقطعات کا معنی تو کسی کو نہیں آتا لیکن ان سے جو فیوض و برکات مترشح ہوتی ہیں وہ سب کو نصیب ہوتی ہیں۔ قرآن کریم کے معنی آتے ہوں تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ معانی آنے چاہئیں، اسے سمجھنا، سیکھنا چاہیے اور ارشاداتِ باری کو سمجھ کر اپنی زندگی کا لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیے لیکن جن حضرات کو معنی نہ آتے ہوں وہ بھی فیوض و برکات سے خالی نہیں رہتے تلاوت ضرور کرنی چاہیے۔ فرمایا: مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝2 ہم نے آپ ﷺ پر قرآنِ کریم اِس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ اپنی جان کو مشقت میں، مصیبت میں، تکلیف میں ڈال لیں: اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝3 قرآن تو اس لیے نازل ہوا ہے کہ جن لوگوں کو خشیت نصیب ہو جو خوفِ خدا رکھتے ہوں، اللہ کی عظمت کا احساس رکھتے ہوں انہیں صحیح راستہ مل جائے، صحیح طریقے کی سمجھ آجائے

اور دارِ عمل میں عمل کرنے کا صحیح طریقہ سمجھ آجائے جو اللہ نے مقرر کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ دن بھر مشقت فرماتے، تبلیغ کے لیے مختلف لوگوں کے پاس جاتے۔ حضور ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جس قبیلے، قوم کے پاس جاتے تو اس کے سردار سے گفتگو فرماتے۔ اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ مضبوط اور بااثر لوگوں پر محنت کرنی چاہیے کہ جو لوگ قوم کے سردار ہوتے ہیں اُن میں سے ایک کی اصلاح ہو جائے تو پوری قوم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ لوگ سرداروں کے پیچھے چلتے ہیں۔ حضور ﷺ کا طریقۂ پاک، طریقۂ مبارک یہ تھا کہ آپ ﷺ سرداروں کے پاس تشریف لے جاتے، انہیں تبلیغ فرماتے، دن بھر مشقت اٹھاتے، لوگوں کے اعتراضات سنتے۔ بعض اوقات ایذا برداشت کرنا پڑتی۔ دکھ تکلیف سہنا پڑتی، لوگوں کی باتیں سننا پڑتیں پھر بھی آپ ﷺ راتوں کو قیام فرماتے اور اتنے طویل قیام فرماتے، نوافل میں اتنا قرآنِ کریم پڑھتے رہتے حتیٰ کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے، سوج جاتے تو اللہ کریم نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا کہ میرے حبیب ﷺ، میں نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اُتارا کہ آپ اپنی جان کو مصیبت میں ڈال لیں یعنی مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ آرام بھی کریں اور قرآن بھی پڑھیں تو اُس کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے اپنا عمل تبدیل فرمالیا۔ رات کے پہلے پہر کو آرام فرماتے اور پھر سحری کو اُٹھ کر تہجد میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

اب اس سے ایک بڑی خوبصورت بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہمارے ہاں ایک رواج بن گیا ہے اور اسے بڑی بزرگی شمار کیا جاتا ہے کہ جی فلاں سورت ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر رات کو اتنی دفعہ پڑھو تو یہ کام ہو جائے گا اور اکثر سورۃ تغابن پڑھی جاتی ہے جو کافی لمبی سورت ہے۔ واضح ہو کہ حضورِ اکرم ﷺ، قرآنِ کریم کسی دنیوی کام کے لیے نہیں پڑھتے تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ محبت سے، کلام الٰہی کے عشق میں مبتلا ہو کر کلام الٰہی کو پڑھا کرتے تھے۔ اُس پر بھی اللہ کریم نے منع فرمایا کہ آپ اس میں توازن قائم کریں ۔ تلاوت بھی کریں، آرام بھی فرمائیں حضور ﷺ نے اپنا طریقہ کار تبدیل فرمالیا اور اُس میں قرآنِ کریم بھی پڑھتے اور آرام بھی فرماتے لہٰذا دنیا کے لیے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا اور راتوں کو ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر یا ویسے کھڑے ہو کر یا لکیر ڈال کر بیٹھ کر ساری ساری رات قرآن پڑھنا جس کا مقصد حصولِ دنیا ہو، شرعاً اس کا کوئی جواز نہیں۔ حدیث شریف میں بھی بعض صورتوں کے فضائل ارشاد فرمائے گئے کہ مصیبت کے لیے یہ سورت پڑھو یا روزگار کے لیے یہ پڑھو۔ اُس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ سورت اُس کام کے لیے مختص کر دی جائے۔ بلکہ اصول یہ ہے کہ قرآن رضائے الٰہی کے لیے پڑھا جائے گا کسی دنیوی کام کے لیے نہیں۔ اُس کی برکات میں سے ایک یہ ہے کہ دنیوی فوائد بھی حاصل ہو جاتے ہیں، مصیبت دور ہو جاتی ہے، بیماری ٹھیک ہو جاتی ہے روزگار مل جاتا ہے، رزق میں فراخی ہو جاتی ہے، یہ اُس کی برکات ہیں لیکن یہ تلاوتِ قرآن کا مقصد نہیں لہٰذا محض بیماری دور کرنے کے لیے یا کسی دنیوی کام کے لیے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قرآن رضائے الٰہی کے لیے پڑھا جائے گا، سمجھنے کے لیے، عمل کرنے کے لیے پڑھا جائے گا تو جب وہ سورت جو حدیث میں حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ آپ محض رضائے الٰہی کے لیے، سمجھنے کے لیے، عمل کرنے کے لیے پڑھیں گے تو اس کا اضافی فائدہ یہ ہوگا کہ وہ مصیبت دُور ہو جائے گی۔ بیماری دور ہو جائے گی، رزق میں فراخی ہو جائے گی۔ جو لوگ وظیفے ہی صرف دنیوی اغراض کے لیے کرتے ہیں اُن کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ اللہ کا کلام، اللہ کا نام، اللہ کا ذکر جب بھی ہوگا۔ اللہ کی رضا کے لیے ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کسی دنیوی غرض سے نہیں محض اللہ کی رضا کے لیے تلاوت فرماتے تھے تو اُس پر بھی اللہ کریم نے فرمایا کہ آپ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیے، آرام بھی کیجیے، تلاوت بھی کیجیے۔ تو قرآنِ کریم کو پڑھنے کا سلیقہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم اللہ کی رضا کے لیے پڑھا جائے اور سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے۔ اب اس عمل اور اس سمجھ اور اس تلاوت کے زائد فوائد یہ ہیں کہ یہ دنیوی مصیبتوں سے بھی بچاتا ہے، دنیا کی آسانیاں عطا فرماتا ہے۔ صحت کی آسانیاں عطا فرماتا ہے۔

نزولِ قرآن کا مقصدِ وحید:

فرمایا، قرآن کا مقصد نزول یہ ہے تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝

جس کے دِل میں یہ خیال ہو کہ اس کائنات کا کوئی مالک بھی ہے، وہ کون ہے؟ وہ کیسا ہے؟ اُس کی رضا کے لیے میں کیا کروں کہ وہ مجھ سے خوش ہو راضی ہو، نصیحت تو وہی حاصل کرے گا۔ قرآن تو کائنات کے لیے، ساری مخلوق کے لیے عام ہے لیکن فائدہ اسی کو ہوگا جس کے دل میں خشیت آئے گی جس کے دل میں اللہ سے تعلق پیدا کرنے کا شوق آئے گا تو اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ یہ اِلَّا بتاتا ہے کہ قرآن کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ جو چاہتا ہو، جسے طلب ہوا سے اللہ کی راہ نصیب ہو۔

نبی اکرم ﷺ کی بعثت اور عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے اُٹھائے جانے میں کم وبیش 500 سال کا فاصلہ ہے۔ یہ پانچ صدیاں عہد فترت کہلاتی ہیں جن میں کوئی رہنمائی کرنے والا بندہ نہیں تھا کچھ مولوی بھی تھے، پیر بھی بنے ہوئے تھے، درویش فقیر بھی لوگ بنے ہوئے تھے لیکن سب گمراہ تھے اور جو حق کو تلاش کرتے تھے انہیں حق نہیں ملتا تھا۔ مکہ مکرمہ کا ایک شخص زید بن امر بن نفیل ہوا ہے اُس نے جہاں تک وہ چل پھر سکا یا جہاں تک عربوں کے تجارتی قافلے آتے جاتے تھے وہ سارے ممالک میں گیا۔ حق کی تلاش میں وہ عیسائیوں کے راہبوں کے پاس بھی گیا، یہودیوں کے علماء کے پاس بھی گیا لیکن جو چوٹی کے راہب یا علماء تھے انہوں نے اسے بتایا کہ ہمارے پاس حق نہیں ہے جو ہمیں ملا ہے ہم اُس پر بیٹھے ہیں لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ بھی حق نہیں ہے۔ تو پھر حق کہاں سے ملے گا؟ انہوں نے بتایا کہ اب نبی آخر الزماں مبعوث ہوں گے اور وہ تمہارے ہی شہر میں مکہ مکرمہ میں ہی مبعوث ہوں گے۔ اُن کا انتظار کرو۔ وہ پھر اپنے گھر مکہ میں مقیم ہوگیا۔ تو اُس کے بہت سے اشعار بھی ہیں، بہت ادبی ذوق کا آدمی تھا۔ اُس کے کچھ شعر ہیں ؎

اَرَبًّا وَاحِدًا اَمْ اَلْفَ رَبٍّ

پروردگار، پالن ہار، پیدا کرنے والا کوئی ایک ہو سکتا ہے ہزاروں نہیں۔ اگر پیدا کرنے والے، روزی دینے والے ہزاروں ہوتے تو مخلوق کو آپس میں بانٹ لیتے کوئی کسی کا مالک بن جاتا کوئی کسی کا، اور یوں مخلوق مختلف پیدا کرنے والوں کی ہو جاتی اور ایک دوسرے سے اور لڑائیاں ہوتیں۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کائنات کا مالک کوئی ایک ہے اور وہی سب کا پالن ہار ہے۔ وہی سب کا رب ہے۔

اَدِيْنًا اِذَا تُقُسِّمَتِ الْاُمُوْرُ

یہ کوئی مذہب ہے کہ آپ کام بانٹ دیں۔ کہ جی یہ درد ٹھیک کرتا ہے، یہاں جاؤ تو روزی زیادہ ہو جاتی ہے، یہاں جاؤ تو اولاد ملتی ہے۔ آپ نے دیکھا آج کل بھی لوگوں نے مزار بانٹے ہوئے ہیں کہ اس خانقاہ پہ سلام کرو تو ٹانگ کا درد ٹھیک ہو جائے گا اُس پہ سلام کرو تو پیٹ کا درد ٹھیک ہو جائے گا۔ فلاں خانقاہ پہ جاؤ تو اولاد مل جاتی ہے۔ وہ کہتا تھا یہ دین نہیں ہے جب کام بانٹ دیئے جائیں اور ہر کوئی مختلف کام کرنے والا بنا لیا جائے تو یہ دین نہیں ہے۔

اَرَبًّا وَاحِدًا اَمْ اَلْفَ رَبٍّ

جب کام بانٹ دیئے گئے تو دین کہاں رہا

اَدِيْنًا اِذَا تُقُسِّمَتِ الْاُمُوْرُ

رب ایک ہے، دو نہیں ہو سکتے، ایک سے زائد نہیں ہو سکتے اور یہ دین نہیں ہے جس میں کام بانٹ دیئے جائیں۔

کس کس کی عبادت کرو گے۔ جس طرح روزی کے لیے مختلف دروازوں پر نہیں جایا جا سکتا اسی طرح باقی امور کے لیے کس کس کے دروازے پر جاؤ گے۔

تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا

میں لات وعزیٰ سب کو چھوڑتا ہوں میں کسی کی پروا نہیں کرتا

كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيْرُ

جو صاحب بصیرت ہوگا ہر بندہ ایسا ہی کرے گا۔

جو عقل کے اندھے ہیں میں اُن کی بات نہیں کرتا جسے اللہ کریم بصیرت دے گا وہ ایسا ہی کرے گا جیسا میں نے کیا۔ اور پھر وہ ہاتھ پہ تھوڑی سی مٹی رکھتا، اُس پہ پیشانی رکھ دیتا اور کہتا اے اللہ! میں جانتا ہوں تو ہے لیکن نہیں جانتا تو کیسا ہے؟ مجھے نہیں پتہ تیری عبادت کا طریقہ کیا ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ تُو کس بات میں راضی ہے کس میں ناراض ہے۔ اس پہ پیشانی رکھ دیتا اور کہتا یا اللہ! میری طرف سے یہی قبول فرما، اسی کو میری عبادت سمجھ کیونکہ مجھے کوئی بتانے والا نہیں ہے۔ وہ

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا سے گزر چکا تھا۔ عہدِ فترت میں اسلام یہی تھا کہ کوئی اللہ کی وحدانیت پہ یقین رکھتا، توحیدِ باری پہ قائم ہو، وہ مسلمان ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد پھر جو حضور ﷺ نے فرمایا اُس کو ماننا اسلام ٹھہرا اسی لیے حضور ﷺ کے والدین، آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب، یہ سب مسلمان تھے۔ یہ جو ہمارے ہاں بات رواج پا گئی ہے کہ حضور ﷺ کے والدین مسلمان نہیں تھے جیسا کہ نورنامے میں لکھ دیتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔ ابرہہ نے جب حملے کا ارادہ کیا تو مکہ مکرمہ خالی کر کے لوگ پہاڑوں پر چلے گئے۔ جب ابرہہ کے لشکریوں نے حضور اکرم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے اونٹ پکڑ لیے تو آپ مکہ مکرمہ کے رئیس تھے۔ آپ ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب وہ اپنے خیمے میں بیٹھا تھا اسے اُس کے خدام نے بتایا کہ مکہ مکرمہ کا رئیس آیا ہے تو اُس نے کہا پیش کرو جب آپ تشریف لے گئے تو اُس نے پوچھا کس غرض سے آئے ہیں تو فرمایا، میرے اونٹ آپ کے لشکریوں نے پکڑ لیے ہیں تو میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ مجھے میرے اونٹ واپس دلوا دیئے جائیں۔ اُس نے کہا، بڑی عجیب بات ہے۔ میں تو آپ کی بات سُن کر بہت حیران ہوا ہوں۔ میں آیا ہوں کہ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ ہے اسے گرا دیا جائے اور میں نے یمن میں اسی طرح کا ایک مکان بنایا ہے تو آپ لوگ اُس کا طواف کریں۔ آپ وہ بات ہی نہیں کر رہے آپ تو اونٹوں کی بات کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا، اللہ نے اونٹوں کا مالک مجھے بنایا ہے۔ میں تمہارا مقابلہ تو نہیں کر سکتا، تمہارے پاس بہت بھاری لشکر ہے اور ہمارے پاس اتنی فوج بھی نہیں ہے اتنا اسلحہ بھی نہیں ہے تو ہم نے تو شہر خالی کر دیا ہے، ہم آپ سے نہیں لڑیں گے۔ میں اونٹوں کا مالک ہوں میں آپ سے اونٹوں تک کی بات کر رہا ہوں کہ میرے اونٹ مجھے دے دیں۔ یہ جو گھر ہے اس کا بھی ایک مالک ہے، ہم تو تم سے نہیں لڑ سکتے لیکن وہ تم سے مقابلہ کر لے گا، وہ اپنے گھر کو بچا لے گا۔ اُس وقت تو توحیدِ باری پہ قائم ہونا ہی اسلام تھا۔

ایک مرتبہ آپ کے والدِ گرامی عبداللہ کو مکہ مکرمہ کی کسی عورت نے دعوت دی۔ آپ نے فرمایا، میں اللہ سے ڈرتا ہوں، ناجائز کام نہیں کر سکتا۔ یہی دلیل ہے اُن کے مسلمان ہونے کی۔ جب نزولِ قرآن ہوا تو پھر حضور ﷺ نے جو عقیدہ بتایا وہ عقیدہ، اسلام ٹھہرا۔ حضور ﷺ نے جو عمل بتایا وہ عمل اسلام ٹھہرا، آپ کی بعثت سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا۔ تو فرمایا کہ قرآن کا مقصد اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ قرآن کے نزول کا صرف ایک مقصد ہے کہ جسے طلب ہو وہ اللہ کی راہ پا لے اللہ کیسا ہے؟ اللہ کی ذات کیسی ہے؟ اُس کی صفات کیسی ہیں؟ قرآن سے یہ جان لے کہ اللہ کس بات پہ خوش ہے، کس بات پہ ناراض ہوتا ہے۔ قرآن اور رسولِ اکرم ﷺ کے زبانِ عالی سے یہ سمجھ لے کیونکہ قرآن سمجھانا فرائضِ نبوت میں سے ہے۔ از خود قرآن کو جب سمجھنے کی کوئی کوشش کرتا ہے تو گمراہ ہو جاتا ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل:44)۔ یہ آپ کا منصبِ عالی ہے کہ لوگوں کو یہ سمجھائیں کہ جو نازل ہوا ہے اُس کا مفہوم کیا ہے؟ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝ یہ قرآن اُس ہستی نے نازل فرمایا ہے جس نے اِن سب زمینوں اور آسمانوں کی بلندیوں کو تخلیق فرمایا ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں تھا، ہر چیز کو عدم سے وجود عطا فرمایا۔ ہمارے یہاں تو ایک بات رواج پا گئی ہے کہ کوئی شعر کہتا ہے تو کہتے ہیں یہ اس شعر کا خالق ہے۔ کوئی کتاب لکھتا ہے تو کہتے ہیں۔ یہ اس کتاب کا خالق ہے۔ ہمارے ادیبوں میں خالق کہلوانے کا بڑا شوق ہے خالق نے تو زمینوں، آسمانوں کو عدم سے پیدا کیا۔ کچھ بھی نہیں تھا تو پیدا کر دیئے۔ شاعر، شعر کہتا ہے تو زبان اور الفاظ پہلے موجود ہیں وہ تو موجود لفظوں کو ترتیب دیتا ہے خالق کیسے ہو گیا؟ کوئی کتاب لکھتا ہے تو کسی علم پہ ہی لکھے وہ علوم و فنون اس سے پہلے موجود ہیں، وہ اُن کا پیدا کرنے والا نہیں ہے، اُن کو ترتیب دینے والا ہے۔ ایک اچھی ترتیب دے لی اچھی بات ہے لیکن وہ خالق نہیں۔ خالق ہونا اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ اس لیے کہ کچھ نہیں تھا اُس میں سے اُس نے یہ زمینیں، یہ چاند یہ ستارے یہ سورج، یہ سیارے، پھر یہ آسمان، آسمانی مخلوق، عرشِ علیٰ سب کو اُس نے عدم سے وجود عطا فرمایا۔ کچھ نہیں تھا اُس نے پیدا کر دیا۔ تو قرآن بھی اُس کی طرف سے نازل ہوا ہے جو اس ساری کائنات کا خالق ہے۔ یہاں سے

یہ اصول بھی سمجھ میں آ گیا کہ کوئی جس چیز کو بنانے والا ہوتا ہے اس کا طریقہ استعمال بھی وہی بتاتا ہے۔ کسی نے ریڈیو بنایا، کسی نے ٹیلیویژن بنایا، کسی نے یہ گھڑی بنادی، کسی نے یہ عینک بنادی، کسی نے یہ لاؤڈ اسپیکر کا سسٹم اور مائیک بنادیئے تو وہ بنانے والا اُس کے استعمال کا ایک طریقہ بھی بتاتا ہے۔ اگر وہ طریقہ چھوڑ دیا جائے تو وہ استعمال صحیح نہیں رہتا، چیزیں فائدہ نہیں دیتیں۔ اس کائنات کو بنانے والے نے قرآن میں اس کے استعمال کا سلیقہ بتایا ہے کہ اس کائنات کو استعمال کس طرح کرنا ہے اس میں رہنا کس طرح سے ہے؟ کس طرح تمہیں اس سے فائدہ حاصل ہوگا۔ اُس طریقے کو چھوڑ دو گے تو یہ تمہارے لیے پریشانی کا باعث بن جائے گی۔ یہاں بھی اور آخرت میں بھی۔ سو فرمایا تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝ یہ (قرآن) تو اُس کا نازل کردہ ہے جس نے ان زمینوں کو بھی اور آسمانوں کی بلندیوں کو بھی تخلیق فرمایا اور جس نے چاند، سورج، ستارے، سیارے سب کچھ عدم سے پیدا فرما کر موجود کر دیا۔ ''الرحمٰن'' وہ بے پناہ مہربان ہے۔ اُس کی رحمت بہت وسیع ہے، ذرّے ذرّے کو پیدا کر رہی ہے، پال رہی ہے۔ اس میں طرح طرح کی خصوصیات پیدا کر رہی ہے۔ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ اور وہ عرش پر قائم ہے۔ اس میں بھی بڑی لمبی بحثیں ہوئیں اور بعض نے کہا کہ اللہ کریم، عرش پر کرسی ہے اور کرسی پر تشریف فرما ہیں لیکن علمائے حق اور اکثریت کا اتفاق اس بات پر ہے کہ اللہ نے عرش کو نیچے کی ساری کائنات کا مرجع و مرکز بنا دیا اس لیے دعاؤں میں ہاتھ بھی اُٹھائے جاتے ہیں کہ مرجع و مرکز عرشِ علیٰ پر ہے اگر اللہ کے بارے یہ تسلیم کر لیں کہ اللہ کریم کرسی پر بیٹھے ہیں تو جس سمت آپ کرسی پر بیٹھے ہیں جو سمت کرسی سے مَس کر رہی ہے وہ تو معلوم ہوگئی اور جس کی سمت معلوم ہو وہ مخلوق ہوتی ہے خالق حدود میں نہیں آتا محدود نہیں ہوتا۔ اللہ کے لیے یہ ماننا ممکن نہیں ہے۔ ہاں! اللہ نے کائنات کے امور کا مرکز اور مرجع جسے آپ مرکزی دفتر یا جدید زبان میں سیکرٹریٹ (SECRETARIATE) کہہ لیں، عرش علیٰ پر قائم کر دیا۔ اللہ تو ہر ذرے کے ساتھ ہے، ہر جگہ موجود ہے، کائنات اُسے سما نہیں سکتی، اُس کی کوئی حد نہیں ہے، وہ خالق ہے، حدیں مخلوق کی ہوتی ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ اللہ کریم عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اللہ تو عرش پر بیٹھے ہیں اور اُن کا علم ہر چیز کے ساتھ ہے اُن کی ذات ہر ذرے کے ساتھ موجود ہے علم بھی اور اللہ کی ذات ہر جگہ، ہر آن، ہر لمحے موجود ہے تو مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے عرشِ علیٰ کو اس ساری کائنات کا مرکزی دفتر بنا دیا ہے، ہر چیز اُدھر رجوع کرتی ہے، اعمال نامے اُدھر اُٹھائے جاتے ہیں، روزی وہاں سے تقسیم کی جاتی ہے، فیصلے وہاں سے آ کر کائنات پہ لاگو ہوتے ہیں۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ سب کچھ اُسی کا ہے خواہ وہ آسمانوں میں ہے، زمین میں ہے، زمین اور آسمان کے درمیان ہے یا تَحْتَ الثَّرٰى انتہائی گہرائی میں، زمین کے انتہائی نیچے جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے۔

اس سورہ کی ان پہلی آیات کے نزول کے ساتھ ایک بڑے خوبصورت قصہ کا تعلق ہے۔ سیدنا عمرؓ ایک دن بڑے خفا سے گلی میں جا رہے تھے تو آگے کسی صحابیؓ کا اُن سے رابطہ ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ بڑے غصے میں آ رہے ہیں، کمر سے تلوار باندھی ہوئی ہے۔ تو انہوں نے پوچھا، عمر کیا بات ہے۔ بڑے غصے میں لگ رہے ہو، کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے، یار! میں تھک گیا ہوں اور سارے شہر میں شور ہے اور فساد برپا ہے اور جگہ جگہ تماشے لگے ہوئے ہیں۔ باپ دادا کا مذہب تھا، اچھا بھلا ہمارا شہر تھا، اردگرد کی ساری دنیا یہاں جمع ہوتی تھی اور ایک ہی طرح کی سارے عبادت کرتے تھے تو اب یہ نیا شور پیدا ہو گیا اور تماشا بن گیا تو ایک بندہ ہے جو یہ سارا کر رہا ہے تو آج میں طے کر کے نکلا ہوں کہ اس بندے کو قتل کر دیا جائے اور یہ قصہ ختم ہو جائے۔ انہوں نے مسکرا کر کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے قتل کے ارادے سے نکلے ہو اور تمہیں اپنے گھر کی خبر نہیں۔ تمہاری تو بہن بھی مسلمان ہو چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے پھر جانا پہلے اپنے گھر کی خبر لو یہ مرض تو تمہارے گھر پہنچ گیا ہے۔ انہیں بڑا غصہ آیا۔ بولے، کمال ہے! تو بہن کے گھر کی طرف چل پڑے، وہاں پہنچے تو دروازہ بند تھا حضرت خباب بن ارتؓ انہیں قرآن پڑھا رہے تھے۔ اس کا مطلب

ہے کہ ہجرت سے پہلے بھی جو قرآن نازل ہوتا تھا وحی لکھ لی جاتی تھی کم وبیش سترہ کے قریب ایسے خوش بخت افراد ہیں جو مختلف اوقات میں کاتبانِ وحی رہے ہیں جن میں سات آٹھ زیادہ مشہور ہیں۔ جیسے ہی کوئی آیت نازل ہوتی تھی لکھ لی جاتی تھی اور پھر حضور ﷺ بتاتے تھے کہ اسے کس سورت میں کہاں رکھنا ہے تو قرآن سارا حضور ﷺ کے سامنے لکھا بھی گیا اور ہر آیت کو اُس کی جگہ پر متعین بھی حضورِ اکرم ﷺ نے خود فرمایا کہ اس کو یہاں رکھنا ہے، اس کو یہاں رکھنا ہے وہاں رکھنا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن، عہدِ عثمانی میں حضرت عثمانؓ نے مرتب فرمایا یہ صحیح نہیں ہے۔ قرآن سارا حضور ﷺ کے زمانے میں مرتب ہو گیا تھا۔

کیونکہ زمین پر زبان ایک ہی بولی جاتی ہے اور لہجوں میں اختلاف آجاتا ہے۔ محققین کہتے ہیں کہ ہر تین میل کے بعد آپ کو لہجہ مختلف ملے گا۔ یہاں سارے لوگ پنجابی بولتے ہیں تو آپ ایک گاؤں میں جائیں تو پنجابی میں لہجہ اور ہوگا۔ اگلے گاؤں میں زیر، زبر، پیش کا فرق ہوگا۔ آپ دو تین میل آگے جائیں، وہی پنجابی ہوگی لیکن زیر، زبر، پیش کا فرق آجائے گا۔ لہجے میں فرق آجاتا ہے، الفاظ وہی ہوتے ہیں ادائیگی کا طرز بدل جاتا ہے کوئی زیر پڑھتا ہے کوئی زبر دیتا ہے۔ تو عہد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اجازت تھی کہ ہر آدمی اپنے لہجے میں قرآن پڑھے اور لکھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں آپ نے فرمایا کہ جو لہجہ رسول اللہ ﷺ کا تھا اور جو مدینہ منورہ میں ہے وہ اختیار کیا جائے باقی سارے لہجے ترک کر دیئے جائیں چنانچہ آپؓ نے صحابہ کرامؓ کی کمیٹی بنا کر اب جو لہجہ ہمارے پاس ہے یہ جو زیر، زبر، پیش ہے، وہ لہجہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ خود اختیار فرماتے تھے کو اختیار کر لیا۔

چونکہ قرآن دنیا پہ پھیل رہا تھا تو فرمایا، یہ تو مصیبت بن جائے گی کہ اردو والے اپنے لہجے میں پڑھیں فارسی والے اپنے میں پڑھیں۔ پشتو والے اپنے میں پڑھیں۔ انگریزی والوں کا لہجہ مختلف ہوگا لہٰذا سب کو حضورِ اکرم ﷺ کے ایک لہجے پہ متفق کیا جائے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اُس کے ایک لہجے پہ اتفاق کیا گیا۔

حضرت عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو گھر والوں نے حضرت خبابؓ کو اندر چھپا دیا اور دروازہ کھولا تو حضرت عمرؓ غصے میں لال بھبوکا ہو رہے تھے انہوں نے کہا میں دروازے پہ کھڑا سن رہا تھا۔ یار تم کچھ پڑھ رہے تھے مجھے سمجھ نہیں آئی کیا پڑھ رہے تھے مجھے بتاؤ۔ تنگ آکر انہوں نے کہا کہ عمر بھائی آپ مسلمان نہیں ہیں اور یہ اللہ کا کلام ہم پڑھ رہے تھے، اسے پاک آدمی پڑھ سکتا ہے۔ یہ بگڑ گئے، ناراض ہو گئے، بہنوئی پر جھپٹے، بہن درمیان میں آئی انہیں دھکا لگا، اُن کا سر کسی چیز سے ٹکرایا، پھٹ گیا، خون بہنے لگا۔ بہنوئی کو مارنے کو لپکے تو انہوں نے کہا بھئی ہماری بات سن لو آپ جو چاہیں کریں لیکن ہم حضور ﷺ کے دین سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ شیعہ علماء میں سے علامہ باذل نے ایک تاریخ لکھی ہے جو ایران کے تھے، علامہ باذل ایرانی، اُن کی کتاب ہے حملۂ حیدری، اب وہ نایاب ہے۔ بعد میں اُس میں تبدیلیاں کر دی گئیں اصل نسخہ نایاب کر دیا گیا کیونکہ اس میں انہوں نے بہت سی حقیقتیں لکھ دی تھیں وہ حقائق بعد میں تبدیل کر کے ویسے ہی شعر بنا کے اُس میں ملا دیئے گئے جیسے مثنوی مولانا روم میں ویسے ہی بہت سے شعر بنا کر ملا دیئے گئے ہیں جو مولانا کے نہیں ہیں بعد والوں نے گھڑ کے درمیان میں ڈال دیئے اسی طرح اُس کے ساتھ ہوا لیکن ایک اصلی نسخہ حضرتؒ کے پاس تھا اور وہ اب ہماری لائبریری میں الحمد للہ موجود ہے۔ اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے علامہ باذل بھی کہتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ۔

گر شاد باشی ورملول ۔۔۔ نمودیں محمد قبول

بہن اور بہنوئی نے کہا کہ آپ اس بات پر خوش ہوں یا ناراض ہوں۔

گر شاد باشی ورملول ۔۔۔ تو آپ کو بات پسند آئے یا نہ آئے

نمودِ دینِ محمد قبول، ۔۔۔ ہم نے محمد ﷺ کا دین قبول کر لیا ہے

گر بکشی سر برآریم پیش ۔۔۔ ولے باز نہ گردیم از دین خویش

اگر آپ ہمارے قتل پر تیار ہیں تو ہمارے سر حاضر ہیں کاٹ لیجیے لیکن ہم اپنے دین سے باز نہیں آئیں گے۔ آپ ہم پہ امید نہ رکھیں کہ ہم دین سے پھر جائیں گے اگر آپ ہمیں قتل کرنا چاہتے ہیں تو یہ سر حاضر ہیں، کاٹ لیجیے۔ تو بہن کا پھٹا ہوا سر دیکھ کر کچھ یہ حقیقت سنی تو ششدر سے ہو گئے اور کہنے لگے مجھے وہ بات تو دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے، وہ چیز تو دکھاؤ تو اُن کے پاس چند صفحے تھے۔ بہن نے کہا آپ غسل کر لیں پاک ہو جائیں پھر ہم آپ کو دکھاتے ہیں۔ وہ غسل کرنے لگے تو

حضرت خباب بن ارتؓ بھی اندر سے نکل آئے اور جب حضرت عمرؓ آئے تو انہوں نے کہا حضرت میں آپ کو مبارک دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ یا اللہ ابوالحکم بن ہشام یا عمر ابن الخطاب، ان دونوں میں سے ایک کو اسلام کی طاقت بنادے تو میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ وہ دعا آپ کے حق میں قبول ہوگئی ہے۔ ابوالحکم بن ہشام، ابوجہل تھا اسے یا عمر بن خطاب کو دو میں سے ایک کو اسلام کی قوت بنادے۔ حضور ﷺ دعا فرمارہے تھے تمہارے حق میں قبول ہوگئی۔ انہوں نے یہ آیات پڑھیں حضرت خبابؓ نے یہ آیات پڑھائیں مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تا تَحْتَ الثَّرٰى تو ششدر رہ گئے کہنے لگے کہ بہت خوبصورت کلام ہے، بہت پُرتاثیر کلام ہے اور بات تو یہاں ختم ہوگئی بھئی یہ سارے زمین وآسمان عرش وفرش بنائے بھی اُس نے اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں مالک بھی وہی ہے، عرش کا مالک بھی وہی ہے۔

زمین کا آسمان کا جو کچھ اُن میں ہے جو تحت الثریٰ سب کا مالک وہ ہے تو پیچھے کون رہ گیا جس کو ہم پوجیں۔ کائنات میں کوئی دوسرا کسی ذرّے کا مالک ہی نہیں رہا تو اُس کے دروازے پر ہم سر جھکانے کیوں جائیں چنانچہ آپ نے کلمہ پڑھ لیا اور جاکر بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے، اسلام لے آئے۔ مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ واقعہ بھی ان آیات کے متعلق ہے وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ۝ آپ بات کریں وہ جانتا ہے، آپ پوشیدہ رکھیں وہ اسے بھی جانتا ہے۔ آپ کے دماغ میں سوچ آئے یا آپ کے دِل میں خیال آئے وہ سب سے باخبر ہے۔ وہ اُن خیالات سے بھی واقف ہے جن سے ابھی کوئی واقف نہیں، وہ اسے بھی جانتا ہے جو کسی نے ابھی سوچا بھی نہیں، کبھی وقت آئے گا تو ویسا سوچے گا۔ وہ سن رہا ہے وہ جانتا ہے، آپ نے دِل میں سوچا، وہ جانتا ہے، آپ کے دماغ میں خیال آیا وہ جانتا ہے، آپ کو خبر ہی نہیں کہ میں یہ کچھ سوچوں گا لیکن وہ اسے بھی جانتا ہے آپ کو تو خیال آئے گا تو آپ جانیں گے، وہ اسے بھی جانتا ہے۔ اُس کا علم حضوری ہے اُس کے علم میں ماضی تھا، تھے مستقبل (گا، گے) نہیں۔ ہر چیز اُس کے حضور دست بستہ ہے، سارے علوم اُس کی بارگاہ میں حاضر ہیں اُس کا علم حضوری ہے وہ ہر شے کو ہر وقت جانتا ہے وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ۝ فرمایا: اگر تم کھلی بات کرو یا چھپا کر کرو یا اخفیٰ بہت ہی دل کی گہرائی میں چھپا ہو، اللہ وہ سب جانتا ہے اس لیے کہ وہ اللہ ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کوئی اُس کے علاوہ حق نہیں رکھتا کہ اُس کی عبادت کی جائے، کسی کو کوئی حق نہیں ہے، اس لیے کہ کوئی اس کائنات میں کسی ایک ذرے کا بھی مالک نہیں ہے، نہ خالق ہے نہ مالک ہے نہ جاننے والا ہے یہ اُس کی ذات ہے کہ ہر لمحے ساری کائنات کا خالق بھی وہی ہے، ہر لمحہ اُسے جانتا بھی ہے، اسے چلا بھی وہ رہا ہے، اسے سنبھالا بھی اُس نے ہوا ہے۔ جسے مٹا دیتا ہے مٹ جاتا ہے، جسے باقی رکھتا ہے باقی رہتا ہے، جسے پیدا کردیتا ہے ہوجاتا ہے ہر چیز اُسی کی دستِ قدرت میں ہے اس لیے کہ وہ ''اللہ'' ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اُس کے علاوہ کوئی اس بات کا حق نہیں رکھتا کہ اُس کی عبادت کی جائے، اُس سے امیدیں وابستہ کی جائیں، اسے اپنا رازق یا مشکل کشا سمجھا جائے لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝ ہر خوبصورت نام اسی کا ہے یعنی ہر چیز کی جہاں انتہائے کمال ہوتی ہے، تمام خوبیوں کی انتہائے کمال پہ جو نام بنتا ہے وہ نام اُسی کا ہے۔ کسی حوالے سے آپ آئیں، علم کے راستے سے آئیں، ادب کے راستے سے آئیں، طب کے راستے سے آئیں، تاریخ کے راستے سے آئیں، سائنس کے راستے آئیں، کسی بھی شعبے سے آئیں تو جو انتہا پر، سب سے اوپر نام آئے گا وہ اُس کا ہے۔ سارے خوبصورت نام اُس کے ہیں وَ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ حدیث موسیٰ میں فرمایا، پھر اگر عجائباتِ قدرت دیکھنے ہوں تو آپ کو موسیٰ علیہ السلام کی بات سنائیں؟ ایک واقعہ اُسی کی عظمت کا کس طرح شاہکار ہے اور ایسے واقعات سے جہاں بھرے پڑے ہیں۔ ایک ہی واقعہ دیکھ لیں کہ ایک شخص دنیا پہ، انتہائی دولت مند، انتہائی طاقت ور، بہت بڑی فوج، بہت بڑے لشکر کا مالک، بہت بڑا فاتح اور بہت بڑی سلطنت کا اکیلا مالک اور شہنشاہ۔ اتنا بگڑا ہوا کہ خود کو خدا کہتا تھا، مخلوق سے سجدے کرواتا تھا کہ تم میری عبادت کرو، مجھے سجدہ کرو، میرے سامنے پیشانی زمین پر رکھو۔ جابر وظالم اس قدر کہ یہ اُس نے ایجاد کیا تھا کہ تانبے کی ایک گائے بنوائی تھی کہ جو سجدہ نہیں کرے گا اسے گائے کے پیٹ میں بند کردو اور اسے آگ پہ رکھ دو وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ (الفجر: 10) میخوں والا

فرعون۔ قرآن کہتا ہے، وہ بندے کو دیوار کے ساتھ لٹکا کر ہاتھوں پاؤں اور ٹانگوں میں میخیں گاڑ دیتا تھا اور بندہ لٹکتا رہتا تھا اور تڑپ تڑپ کے مرتا رہتا تھا۔ تو وہ طرح طرح کی ایذائیں، تکلیفیں دیتا، بہت جابر بہت ظالم تھا۔ فرمایا، ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو، جن کی پوری قوم اُس کی غلام بنی ہوئی تھی اور جبر اور ظلم سہہ رہی تھی۔ یہ فرعون سارا سارا دن بلا اُجرت بنی اسرائیل سے کام کرایا کرتے تھے اور جو ذرا سستی کرتا اسے کوڑے مارے جاتے۔ اُن میں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور جب نجومی نے فرعون کو بتایا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا وہ تمہارا سارا نظام پلٹ دے گا اور حکومت اُلٹ جائے گی اور تم تباہ ہو جاؤ گے تو اُس نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کا جو بچہ پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے تو ہزاروں لاکھوں بچے، اُس نے قتل کرا دیئے۔ جو بنی اسرائیل کے ہاں پیدا ہوتا تھا اسے قتل کرا دیتا تو پھر قبطیوں نے یہ کہا کہ بادشاہ سلامت ہمارے کام کون کرے گا یہ تو بچے سارے قتل ہو رہے ہیں۔ بڑے، بوڑھے ہو جائیں گے پھر ہم کہاں جائیں گے تو ایک سال سارے بچے قتل ہوتے رہے دوسرے سال اُس نے کہا، بچیوں کو چھوڑ دو اور بچوں کو قتل کر دو۔ پھر بعد میں کہا ایک سال چھوڑ دو قتل کرنا ایک سال قتل کیا کرو لیکن جب جس سال وہ بچے قتل کرتے تھے تب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اللہ ایسا قادر ہے کہ موسیٰ کو لے کر اُسی کے گھر میں جا چھوڑا کہ جس کی خاطر تو بچوں کو قتل کر رہا ہے اس کو تو پال۔ وہ ایسا قادر ہے کہ اُس نے فرعون سے موسیٰ کی پرورش کرائی تو فرمایا کیا آپ تک موسیٰ کا قصہ، موسیٰ علیہ السلام کی خبر پہنچی، وہ بات پہنچی، تو اللہ کریم نے بات وہاں سے شروع کی جہاں وہ مبعوث ہوئے تھے۔ فرعون نے اُن کے قتل کا حکم دے دیا تھا، وہ مصر سے نکل گئے یہ الگ واقعہ ہے۔ بات لمبی ہو جائے گی، مدین میں پہنچے حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس۔ اُنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بیٹی کا رشتہ بھی دیا اور کچھ عرصہ رہنے کا اُن سے وعدہ کیا۔

آٹھ سال یا دس سال بعد جب وہ مدت پوری ہوئی ایک خادم بھی ساتھ تھا تو آپ بچوں کو لے کر واپس مصر کے لیے روانہ ہوئے تو وہاں سے بات شروع ہوتی ہے کہ راستے میں نبوت عطا ہوئی تو ایک محاورہ بھی بنا ہوا ہے کہ آگ لینے گئے تھے پیغمبری لے کر آئے۔ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۞ جب شعیب علیہ السلام سے اجازت لے کر مصر کو روانہ ہوئے تو رات ہو گئی، اندھیرا ہونے لگا، موسم سرد تھا تو آپؑ نے ایک جگہ روشنی دیکھی اور آپ نے سمجھا کہ وہاں شاید آگ جل رہی ہے۔ تو اگر آگ ہے تو وہاں کوئی جلانے والا بھی ہوگا، کوئی بندے بھی ہوں گے تو اپنے بچوں سے اہلیہ اور غلام سے فرمایا، فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ آپ لوگ یہاں ٹھہریں اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا وہاں روشنی ہے آگ ہوگی میں آپ کے لیے وہاں سے آگ لے آتا ہوں تاکہ یہاں آگ جلا لیں آگ تاپیں سردی ہے اور رات بسر کریں۔ نیز اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى اور یہ بھی ہو سکتا ہے جن لوگوں نے آگ جلائی ہوئی ہے وہ ہماری راہنمائی بھی کر سکیں اور ہمیں بتائیں کہ قریب ترین راستہ یا مختصر راستہ یہاں سے مصر کو کون سا جاتا ہے اُن سے راستے کا بھی پتہ لیتا ہوں اور آپ کے لیے آگ بھی لے کے آتا ہوں۔ آپ روشنی کی طرف چل پڑے، جب قریب آ گئے فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۞ جب قریب پہنچے تو آواز دی کہ یا موسیٰ اب یہ خطاب براہِ راست ہو رہا ہے۔ اے موسیٰ! مخاطب کرنے والے خود اللہ کریم ہیں خطاب ہے موسیٰ علیہ السلام کو۔ اس کا مطلب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بلا واسطہ ذاتِ باری سے کلام کرنے کا شرف ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے خوش نصیب بھی ہو سکتے ہیں اللہ جن سے کلام کرنا چاہیں تو براہِ راست ذاتِ باری سے کلام ہو سکتا ہے۔ علمائے حق نے اس پر بڑی بحث کی ہے تفسیریں لکھی ہیں اور فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے جب ذاتی خطاب ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کے صرف کان نہیں سن رہے تھے بدن کا ہر ذرہ سنتا ہے اور کلامِ باری اس بات کا محتاج نہیں کہ آپ کی سماعت اُسے سنے بلکہ ہر ذرہ بدن اُسے سنتا ہے۔ جب ندا دی گئی اے موسیٰ! آپ متوجہ ہوئے تو فرمایا اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ میں آپ کا پروردگار آپ کو خطاب کر رہا ہوں میں آپ کا رب ہوں آپ کا پروردگار ہوں فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ آپ اپنے جوتے اُتار دیجیے اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۞ آپ طویٰ کے میدان میں ہیں اور

یہ بہت مقدس میدان ہے۔ مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ اُس زمانے میں جو جوتے موسیٰ علیہ السلام نے پہنے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں کھالوں کی دباغت نہیں کی جاتی تھی ورنہ کوئی بھی کھال اگر جانور حرام بھی ہے تو سوائے خنزیر کے کسی بھی جانور کی کھال کی جب دباغت ہوجاتی ہے وہ پاک ہوجاتا ہے۔ اور دباغت شدہ کھال سے اگر جوتا بنایا جائے اُس کے ساتھ ناپاکی نہ لگی ہو، غلاظت نہ لگی ہو تو اُس جوتے میں نماز بھی ہوجاتی ہے، مسجد میں بھی جایا جاسکتا ہے بشرطیکہ جوتا ناپاک نہ ہوا ہو یعنی ہر جوتے میں نماز نہیں ہوتی۔ ایسا جوتا جو ناپاک نہ ہو، اُس کو غلاظت نہ لگی ہو اُس میں بھی نماز بھی ہوجاتی ہے پاک ہوتا ہے لیکن چونکہ اُس زمانے میں بلا دباغت ویسے ہی کھال اُتار کر اُسے نمک وغیرہ لگا کر سکھا کر اُس کے جوتے بنالیے جاتے تھے۔ تو وہ چونکہ ناپاک تھی اس لیے حکم دیا گیا کہ یہ میدان پاک ہے آپ جوتے اُتار کر رکھ دیں اور ننگے پاؤں اس میں داخل ہوں اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ میں تمہارا پروردگار ہوں فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ آپ اپنے جوتے اُتار دیں بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ آپ طویٰ کی مقدس وادی میں ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

صفحہ نمبر 12 سے آگے

اور یہ نعمت جس طرح ذاکرین قبول کرتے ہیں اور جتنی ان کو عطا ہوتی ہے اتنی غیر ذاکر کو ہونا ممکن نہیں اس لیے کہ ان کے پاس اسم اعظم ہے تو میرے بھائی یہ یاد رکھو کہ یہی اسم اعظم ہے، اس سے قبولیت کی استعداد بڑھتی ہے، نزولِ رحمت ہر لحہ آن جاری ہے۔ اب یہ ہماری ہمت ہے اللہ ہمیں توفیق دے ہم کتنی رحمت قبول کرسکتے ہیں، کتنی اس کی مدح وثناء کرسکتے ہیں، کتنے سجدے اسی کی بارگاہ میں پیش کرسکتے ہیں، کتنی غلطیوں، گناہوں، خطاؤں سے بچ سکتے ہیں؟ اور کتنی نیکیاں انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی اللہ سے توفیق بھی طلب کرتے رہا کریں اور اس میں پوری محنت دل جمعی اور پورے خلوص سے کوشاں رہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

صفحہ نمبر 29 سے آگے

یہ معاملہ تھوڑا سا نازک ہے اور اِسے اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ اگر جنت اللہ کی رضا کی دلیل نہ ہوتو پھر جنت کی طلب بھی شرک ہوگی۔ جنت اللہ تو نہیں ہے ناں غیر اللہ ہے۔ غیر اللہ کی طلب تو شرک ہے۔ جنت کی طلب کی تحریک قرآن نے بھی دی، حضور ﷺ نے بھی دی کہ جنت مظہر رضائے الٰہی ہے۔ اُس سے الگ نہیں ہے۔ اسی کو ملے گی جس سے اللہ کریم راضی ہیں۔ پھر جنت کی طلب دراصل رضائے الٰہی ہی کی طلب ہے۔ جیسے آپ یہاں سکولوں میں امتحان دیتے ہیں تو ایک سند ملتی ہے آپ کا امتحان پاس کرنا مطلوب ہے تو یہ کہنا کہ یہ سند کے لیے کررہا ہے تو ایک ہی بات ہے۔ سند تب ہی ملے گی جب وہ امتحان پاس کرے گا، جنت بھی تب ہی ملے گی جب وہ امتحان پاس کرے گا۔ جنت مظہر رضائے الٰہی ہے لیکن صوفیوں کا معیار پھر بھی یہ نہیں ہے وہ کہتے ہیں طالب الدنیا کلب جو دنیا کے لیے پوری عمر ضائع کرجائے وہ تو کتا ہے اور اس نے عمر ضائع کردی مردار اور حرام کھا کر۔ ''طالب العقبیٰ، مؤنث'' آخرت کا طلب گار جو ہے وہ خاتون ہے، اُسے مؤنث کہا گیا اور ''طالب المولیٰ مذکر'' جو صرف اللہ کے طالب ہیں وہ مرد ہیں۔ صوفی تو کہتے ہیں کہ جس میں صرف اللہ کی طلب ہے، وہ مرد ہیں۔ جس میں آخرت کی طلب ہو وہ بھی انسان تو ہے لیکن خاتون ہے، مرد نہیں اور دنیا کا طالب تو ہے ہی کتا۔ صوفیوں کے یہ اپنے اقوال ہیں یا خیال ہیں۔ تو آخرت کی طلب بھی اللہ کی رضا ہی کی طلب ہے تو وہ عورت سہی تو عورت بھی انسان تو ہے شرفِ انسانیت تو اُسے بھی حاصل ہے، اللہ کا قرب تو وہ بھی پاسکتی ہے تو جنت کی طلب دراصل رضائے الٰہی کی طلب ہے۔ اطاعتِ الٰہی سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ جنت کسی گناہ کرنے سے یا برائی کرنے سے نصیب نہیں ہوتی، اسی لیے جنت کی طلب، راہِ حق کی طلب ہے، اتباعِ رسالت ﷺ کی طلب ہے اور اُس کی ترغیب قرآن کریم میں بھی اور حدیث شریف میں بھی ہے۔ یہ نازک نازک سے فرق ہیں اور چھوٹی چھوٹی سی باتیں ہیں لیکن ان کے اثرات اُخروی زندگی پر ہوتے ہیں۔ اُن کو تسلی سے سمجھنا چاہیے اور ذہن نشین کرنا چاہیے۔

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

سوال: ایک کتاب مطالعہ سے گزری جس میں مصنف نے اپنے کسی بزرگ کی صحبت کی وجہ سے راہِ راست پر آنے والے لوگوں کا ذکر کیا اور یہ شعر لکھا

ان کی نظروں میں ایسی تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

اس کتاب پر اعتراض کرتے ہوئے دوسرے مصنف نے لکھا کہ حضور ﷺ کی نظر میں تاثیر نہیں تھی کہ اُن ﷺ کے چچا کی تقدیر بدل سکتی، کلمہ پڑھ لیتے؟

جواب: یہ تو فضول سا اعتراض ہے۔ کیا یہ نگاہِ نبوی ﷺ ہی کی تاثیر نہیں کہ ساڑھے چودہ سو سال بعد دنیا میں سب سے زیادہ تعداد مسلمانوں ہی کی ہے۔ افراد پہ بات نہیں کی جا سکتی کہ فلاں مسلمان کیوں نہیں ہوا یا فلاں دوزخی ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ بات اکثریت کلیت پہ ہوتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ نبی ﷺ کی نگاہِ پُرتاثیر کی تاثیر سے ہی وہ تین سو تیرہؓ تیار ہوئے جنہوں نے بدر میں کفر کا سَر توڑ کر رکھ دیا۔ یہ آپ ﷺ کی ہی نگاہ کی تاثیر تھی کہ مثالی جانباز پیدا ہوئے۔ شام کو ایک چرواہا ریوڑ چھوڑ کر آیا اور صبح آپ نے اُسےؓ جرنیل بنا کر بھیج دیا۔ وہ نہ کسی اکیڈمی (Academy) میں گیا۔ نہ کسی مدرسے میں تربیت حاصل کی۔ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی ایک جرنیل بتائیں جو ناکام ہوا ہو۔ عہد نبوی ﷺ کے کسی ایک جرنیل کا نام بتائیں جس کے لیے کوئی علیحدہ تربیت گاہ یا اکیڈمی (Academy) یا سکول تھا۔ یہ تو بندے کی اپنی نافہمی ہے کہ وہ سمجھ نہ سکے۔ ایک نگاہ میں ایمان لانے والا بندہ شرفِ صحابیتؓ سے سرفراز ہو گیا اس سے بڑی تاثیر کیا ہو گی؟ اگر راہِ سلوک کو دیکھا جائے اور راہِ تصوف کو دیکھا جائے تو کسی بندے کو اتنی زندگی دی جائے کہ وہ جب تک دنیا باقی ہے وہ زندہ رہے، نیک بھی ہو، اللہ کا اس پر احسان بھی ہو، ہر وقت اس کے منازل ترقی بھی کرتے رہیں، (منازل میں ترقی بھی ہر سانس، ہر بات پر نہیں ہوتی، عمریں لگتی ہیں ایک دائرے سے دوسرے دائرے میں قدم رکھنے کے لیے، عمریں خرچ ہوتی ہیں) لیکن اگر اُسے ہر لحظہ بھی ترقی ملتی رہے تو سلوک کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ ایسا بحرِ بے کراں ہے۔ اس کے باوجود یہ ساری وسعتیں تبع تابعینؒ کے قدموں سے نیچے ہیں۔ تابعینؒ اُس سے بالاتر ہیں اور صحابہ کرامؓ تابعینؒ سے بالاتر ہیں جہاں صحابیت کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے نبوت شروع ہو جاتی ہے۔ تو کیا یہ نگاہ کی تاثیر نہیں تھی؟ اس ایک نگاہ سے یہ سارے منازل طے کر کے وہ شرفِ صحابیت سے سرفراز ہو گئے۔ اب یہ کہنا کہ فلاں کو تاثیر نصیب نہیں ہوئی، ہر فرد کو نہیں ہوئی تو یہ اللہ کی اپنی تقسیم ہے۔ ہر فرد کا اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ ہے۔ جس کا معاملہ اللہ کے ساتھ درست ہے تاثیر اُسی کو ہو گی۔ وہ تو اللہ نے قرآن میں بتا دیا ہے۔ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (البقرہ:6) اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو بتا دیا کہ فلاں، فلاں جو کافر ہیں آپ ﷺ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں کوئی فائدہ نہیں آپ انہیں عظمتِ الٰہی سے ڈرائیں نہ ڈرائیں یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یا اللہ، کیوں ایمان نہیں لائیں گے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ۔۔۔ اللہ کریم نے اِن کے دلوں پر مہر کر دی ہے، کانوں پر مہر کر دی ہے، آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (البقرہ:7) ان کے لیے ان کا فیصلہ ہو چکا، اِن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ تو یہاں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جب اللہ کریم نے ان کے دلوں پر مہر کر دی تو اب اس بندے کا کیا قصور

ہے کہ اُسے ہدایت نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کہ اللہ کریم زبردستی مہر نہیں کرتے۔ نافرمانیاں، گستاخیاں، جرائم کرتے کرتے دل پر ظلمت چھاتی رہتی ہے، چھاتی رہتی ہے، بڑھتی رہتی ہے کفر کی ظلمت، شرک کی ظلمت، گناہ کی ظلمت، برائی کی ظلمت حتیٰ کہ دل اتنا سیاہ ہو جاتا ہے کہ اللہ کریم اُس پر مہر کر دیتے ہیں پھر واپسی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ یہ خود اُن کے اعمال کی سزا ہے یعنی نافرمانی میں بندہ اتنا دور نکل جاتا ہے کہ اللہ کریم پھر اس پر توبہ کا دروازہ بند کر دیتے ہیں کہ اب تم اُدھر ہی رہو۔ تو یہ بھی بندے کے کردار کی وجہ سے ہوتا ہے، زبردستی نہیں۔ تو اگر کسی کے لیے وہ دروازہ اللہ نے ہی بند کر دیا ہو تو تاثیر اُس پر کیا ہوگی؟

یاد رکھیں، ہر بندے کا ایک معاملہ اللہ کریم کے ساتھ ہے جس کا علم بس اللہ کو ہے۔ اسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ نہ کوئی فرشتے جانتے ہیں نہ انبیاءؑ و رسلؑ کو خبر دی جاتی ہے۔ انبیاءؑ و رسلؑ بھی وہ جانتے ہیں جن کے بارے اللہ کریم بتا دیتے ہیں۔ یہاں سورۃ بقرہ میں نبی کریم ﷺ کو کفار کے بارے بتا دیا گیا ہے کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے تو بتانے سے یہی مطلب ہے کہ بتائے بغیر حضور ﷺ کے بھی علم میں نہیں تھا کیونکہ یہ اللہ اور بندے کا بالکل ذاتی معاملہ ہے اور جنہیں ایمان نصیب ہوتا ہے اور نیکی کرتے ہیں اُن کا بھی معاملہ ہر بندے کا الگ الگ ہے، ہر بندے کے ایمان کی کیفیت الگ ہے، ہر بندے کے ایثار کی کیفیت الگ ہے، ہر بندے، ہر نیک کام کرنے والے کے خلوص اور خشوع وخضوع کی کیفیت الگ ہے۔ اسی لیے صلوٰۃ باجماعت کا حکم ہے۔ صلوٰۃ باجماعت اللہ کا حکم ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کے بے شمار فوائد ہیں۔ ایک فائدہ ان میں سے یہ بھی ہے کہ اگر دس یا پندرہ یا بیس یا تیس بندے کھڑے ہوتے ہیں تو چونکہ ہر بندے کی اللہ سے الگ نسبت ہے اس نسبت کے اُس پر انوارات آ رہے ہوتے ہیں تو جب پانچ، دس، بیس، تیس ہوتے ہیں تو بیس، تیس، پچاس، سو، پانچ سو طرح کے انوارات کا گلدستہ بن جاتا ہے۔ ہر طرح کا نور، ہر بندے کی نسبت کا نور آ رہا ہوتا ہے۔ جب ایک صف میں کھڑے ہو کر باوضو، متوجہ الیٰ اللہ ہوتے ہیں وہ سارے انوارات ایک دوسرے پر پڑتے ہیں تو بے پناہ برکات حاصل ہوتی ہیں۔

آٹھ (8) ذوالحج کی صبح کو منیٰ میں جانے سے پہلے سارے حاجی بیت اللہ میں نماز فجر ادا کرتے ہیں۔ اگر بیس پچیس لاکھ لوگ ہو جاتے ہیں فجر کی نماز میں تو پچیس لاکھ قسم کی رحمتیں نازل ہو رہی ہوتی ہیں اور بارش کی طرح نازل ہوتی ہیں۔ سب مستفید ہوتے ہیں ایک دوسرے سے۔ ہر بندے کی اللہ سے ایک الگ نسبت ہے، کسی کے بارے اللہ کسی دوسرے کو بتا دے تو یہ اُس کی اپنی مرضی ہے ورنہ یہ معاملہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے۔

اب اگر کسی کا یہ رشتہ اتنا بگڑ چکا ہے کہ وہ جوڑا نہیں جاسکتا، اُس نے اللہ کریم کو اتنا ناراض کر دیا ہے کہ اللہ نے توبہ کا دروازہ ہی بند کر دیا ہے کہ جاؤ تم حد سے گزر گئے ہو اب واپسی کا دروازہ بند ہے۔ غرق ہوتے وقت تو فرعون نے بھی کہا تھا کہ میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب کو مانتا ہوں، میں ایمان لاتا ہوں۔ فرمایا، اب! جب موت کے فرشتے سامنے آ گئے، آخرت دِکھائی دینے لگی اب ایمان لاتا ہے۔ جب ایمان لانے کا وقت تھا تب تو تُو بڑا اکڑتا تھا۔ توبہ کی کوشش تو اُس نے بھی کی۔ فرمایا، اب نہیں، ایمان بالغیب مطلوب تھا، نبی کی صداقت پر ایمان لانا مقصود تھا، دلائلِ ظاہری کو دیکھ کر عظمتِ الٰہی کا اعتراف کرنا مقصود تھا۔ دوزخ کو دیکھ کر یا موت کو یا موت کے فرشتوں کو یا برزخ کو دیکھ کر کون انکار کرے گا؟ جب موت سامنے آ جائے گی جب فرشتے نظر آنے لگیں گے برزخ دکھائی دینے لگے تو انکار کون کرے گا پھر تو سب مسلمان ہو جائیں گے۔ اس وقت کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اب معاملہ فرعون کا اپنے ربّ کے ساتھ اتنا بگڑ چکا تھا کہ ردّ کر دیا گیا۔

قوم یونسؑ توبہ کر گئی لیکن انہیں آخرت یا فرشتے نظر نہیں آئے۔ انہوں نے تو دنیوی طوفان کے آثار دیکھے کہ کوئی مصیبت آ رہی ہے تو توبہ کر لی اور ان کی توبہ قبول ہو گئی لیکن جب آخرت منکشف ہو جاتی ہے تو پھر توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ہر بندے کی اللہ کے ساتھ ایک نسبت ہے تو جس کا دروازہ وہ بند کر دے، وہ جانے۔ افراد کی مثال نہیں دی جا سکتی نہ افراد کے لیے یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک اور بڑے مزے کی بات ہے

کہ جب لوگوں سے یہ بات کی جائے کہ کافر جہنم میں جائے گا تو آج کل یہ جو بڑا پڑھا لکھا طبقہ ہے ان کے پاس ایک بڑی مثال ہے مدر ٹریسا کی کہ کیا مدر ٹریسا دوزخ میں جائے گی؟ عبدالستار ایدھی ابھی زندہ ہے اسے مرجانے دو پھر پوچھیں گے کیا یہ بھی مدر ٹریسا کی طرح جہنم میں جائے گا؟ تو کیا عبدالستار کو بھی عذاب ہوگا؟ تو مدر ٹریسا بچاری تو مسلمان بھی نہیں تھی۔ افراد کو گن کر تعین کرنا کہ فلاح دوزخی ہے فلاں جنتی ہے یہ درست نہیں ہے۔ اللہ کریم نے کوئی ناموں کی فہرست نہیں دی ہے۔ اللہ کریم نے قانون اور اصول بتائے ہیں۔ ایک اصول ہے کہ کافر جہنمی ہے۔ بات ختم ہوگئی۔ اب کون کافر ہے کون نہیں اس کا فیصلہ اللہ کریم خود کریں گے۔ کس کے دل میں کیا ہے اُس کا اللہ کریم سے کیا رشتہ ہے، ہم نہیں جانتے۔ موسیٰؑ پر یہی سوال فرعون نے کیا تھا کہ آپؑ کہتے ہیں کہ یہ سارا کفر ہے اور گمراہی ہے اور اللہ کا عذاب ہوگا اور جہنم میں جائیں گے تو جو ہمارے آباؤ اجداد پہلے گزر چکے ان کا کیا ہوگا؟ اب اس کا خیال تھا کہ آپؑ کہیں گے کہ وہ سارے دوزخی ہیں تو یہ ساری عوام میرا ساتھ دے گی اور موسیٰؑ کے بارے کہے گی کہ یہ تو ہمارے باپ دادا کو دوزخی بتاتا ہے لیکن موسیٰؑ نے فرمایا: قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى (طٰہٰ:52) ان کا معاملہ میرے رب کے ساتھ ہے وہ دنیا سے چلے گئے۔ ان کا تعلق رب العالمین سے ہے وہ جانیں اور رب جانے، میں زندوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں، میں تم سے بات کر رہا ہوں، میرے ساتھ اپنی بات کرو، کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ کفر میں جاؤ گے یا اسلام میں۔ اللہ کی عظمت کو مانتے ہو کہ نہیں؟ جو دنیا سے گزر چکے ان کا معاملہ ربّ کے ساتھ ہے، وہ جانیں اور اُن کا پروردگار جانے۔ تو اس طرح کے سوال کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی کہ کسی شخص پر انگلی رکھ کر کہہ دیا جائے کہ اس کا کیا ہوگا، اُس کا کیا ہوگا؟ وہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس نے نیکی کی اور کس غرض سے کی، اللہ کی رضا کے لیے کی یا دنیوی شہرت اور وقار پانے کے لیے کی؟ کس نے کس لیے کام کیے۔ یہ معاملات اللہ کے پاس ہیں اور کوئی بندہ نام لے کر نہیں کہہ سکتا کہ فلاں بندہ جنتی ہے فلاں دوزخی ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ ایک اصول ہے کہ کافر جنت کا مستحق نہیں ہے۔ مومن کو اللہ دوزخ سے بچالے گا، گناہوں کی سزا پائے گا تو وہ بھی کبھی معاف ہو جائے گی۔ تو یہ اعتراض فضول سا ہے۔ اہل اللہ، نبی کریم ﷺ کے خادم ہیں، ان کی صحبت میں ہزاروں لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ صحابہؓ کے بارے کسی نے کیا خوب کہا ۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

اس میں کیا شک ہے؟ کتنے لوگ کفر کی ظلمتوں سے نکل کر شرفِ صحابیتؓ سے سرفراز ہوئے اور پھر آنے والی پوری دنیا کے راہ نما بن گئے۔ ارشادِ باری ہے: وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (التوبہ:100) صحابہؓ کا طبقہ، پھر قیامت تک آنے والا وہ طبقہ جو خلوصِ دل سے اُن کی پیروی کریں گے، صدقِ دل سے اُن صحابہؓ کا اتباع کریں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ تو رضائے الٰہی کی دلیل بن گئے۔ انہوں نے حق پر عمل کرنے کا حق ادا کر دیا اور پوری دنیا کے راہنما بن گئے۔ قبول اسلام سے پہلے تو وہ خود مُردوں میں سے تھے۔ روح کی حیات، ایمان پر منحصر ہے۔ ایمان نصیب نہ ہو تو روح میں حیات نہیں ہوتی۔ بدن میں روح ہوتی ہے لیکن روح میں حیات نہیں ہوتی۔ اسی لیے جن لوگوں کو ایمان نصیب نہیں ہوتا انہیں روحوں کی قبریں کہا جاتا ہے۔ ایک عربی مقولہ ہے۔ فَأَجْسَامُهُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرُهُمْ ان کے جسم قبر میں جانے سے پہلے روح کی قبریں بن جاتی ہیں۔ نورِ ایمان سے روح کو حیات ملتی ہے۔ کفر تو موت ہے۔ لوگ کفر کی ظلمتوں سے نکل کر نبی اکرم ﷺ کے دامانِ محبت میں آ گئے۔ تو خود مسیحا بن گئے۔ کتنے لوگوں کو موت سے چھڑا کر زندگی عطا کی، ایمان عطا ہوا اُن کے طفیل اور قیامت تک کے لیے معیارِ حق بن گئے۔ تو یہ کیفیات ہوتی ہیں اور نگاہ بھی ایک کیفیت بناتی ہے۔

اصطلاحاً جسے نگاہ کہا جاتا ہے وہ بھی ایک کیفیت ہے۔ ہم کسی سے ملتے ہیں، کسی کی صحبت میں بیٹھتے ہیں اس کا اثر مرتب ہوتا ہے۔ چوروں کے ساتھ بیٹھنا شروع کریں تو بندے کے مزاج میں چوری کی خُو آجاتی

ہے، جواریوں کے ساتھ بیٹھنا شروع کردیں تو جواء کھیلنا شروع کردیتے ہیں۔ اسی طرح سے ہر کیفیت پُراثر ہوتی ہے جو طاقتور سے کمزور کو منتقل ہوتی ہے۔ دس بارہ جواری ہیں اُن کا ذہن جوئے پہ پختہ ہے ایک ناپختہ ذہن وہاں بٹھادیں تو وہ اُن کا اثر قبول کرلے گا یا بیٹھنے والے میں یہ جرأت ہو کہ وہ جواری اس کا اثر قبول کرلیں، جواء چھوڑ دیں۔ یہ بہت مشکل ہوتا ہے۔ یہ جو ہمارے سارے لوگ باہر جانے کے شوقین ہیں تو اس کے بارے بھی علماء نے یہی لکھا ہے کہ کفار کے دیس میں جانے کی شرط یہ ہے کہ جس بندے کے جانے سے کسی کافر کے مسلمان ہونے کا امکان ہو اس کا جانا واجب ہے۔ وہ ضرور جائے اور جس نے جاکر خود کفر میں ڈوب جانا ہو اس کا جانا حرام ہے۔ یعنی جس نے وہاں جاکر خود ان کا اثر قبول کرلینا ہے اس کا جانا منع ہے وہ نہ جائے لیکن کوئی ایسا مضبوط مسلمان ہو کہ وہ دارِ کفر میں جائے تو کافر مسلمان ہوجائے جیسے خواجہ معین الدین چشتیؒ جب اجمیر میں گئے تھے تو وہاں تو کوئی اسلام کا نام بھی نہیں لیتا تھا اور آپ کی عمر بھی نوے برس تھی۔ تیس سال وہاں رہے، ایک سو بیس سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا جب آپؒ کا جنازہ اٹھا تو لگ بھگ بعض نے اسی ہزار، بعض نے نوے ہزار اور بعض نے لاکھ سے کچھ زیادہ لکھا ہے۔ لاکھ سے کچھ زیادہ یا کچھ کم لوگ وہ مسلمان تھے جو اجمیر میں اُن کی وجہ سے مسلمان ہوئے جو اُن کے جنازے میں تھے۔ یعنی ساری ریاست، ساری حکومت ہندوؤں کی تھی۔ بادشاہ یا راجا، مہاراجہ وہ بھی ہندو تھا اور ایک بندہ مسلمان اس ملک میں داخل ہوا، ایک الگ ملک تھا، ایک الگ ریاست تھی تو تیس سال میں لاکھ کے لگ بھگ مقامی لوگ اُن کے جنازے میں موجود تھے جو اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ یہ تو اپنی اپنی حیثیت ہے کہ کفر کے گڑھ میں ایک مسلمان گیا اور لاکھوں لوگوں کو اسلام نصیب ہوگیا۔ ایسے لوگوں کا جانا واجب ہے اور جس نے جاکر خود اس میں فنا ہوجانا ہے اُن کا جانا حرام ہے۔ یہی اثر ہوتا ہے، تاثیر ہوتی ہے، جسے صحبت کا اثر کہتے ہیں، نگاہ کی تاثیر کہہ لیں۔ نگاہ کی تاثیر صحبت سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے۔ بات استعداد کی ہے کون قبول کرتا ہے! جس میں قبولیت کی استعداد ہی نہیں وہ چٹان کی مانند ہے۔ چٹان پر بارش پڑے بھی تو کیا ہوتا ہے قرآن کریم بتاتا ہے کہ چٹان پر بارش پڑے بھی تو جو اُس پر تھوڑی بہت دھول مٹی ہو وہ بھی چلی جاتی ہے۔ پیچھے وہ ننگی چٹان نکل آتی ہے۔ جہاں بارش برستی ہے وہاں روئیدگی ہوتی ہے جب چٹانوں پر برستی ہے تو وہ اُن کو صاف کردیتی ہے اُن پر جو تھوڑی بہت روئیدگی ہوتی ہے، وہ بھی بہہ جاتی ہے، سخت چٹان نکل آتی ہے۔ تو یہ تو اپنے اپنے قبول کرنے کی استعداد بھی ہے۔ اپنی اپنی طلب بھی ہے اس کے مطابق وہ نعمتیں بھی ملتی ہیں اور یہ سب کیفیات ہیں۔ ہمارے معترض حضرات جو اعتراض کرنے والے ہیں انہوں نے کیفیات نہیں دیکھیں یہ الفاظ کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ تو الفاظ نہ کیفیات کو بیان کرسکتے ہیں نہ سما سکتے ہیں، نہ الفاظ کیفیات کے لیے بنے ہیں۔ کیفیات صرف محسوس کی جاسکتی ہیں، پڑھی، لکھی، سُنی نہیں جاسکتیں۔

سوال: آپ نے فرمایا تھا کہ ذاتِ باری کے حصول کے علاوہ کسی چیز کے حصول کے لیے عبادت کی جائے تو وہ شرک ہے تو کیا جنت کا حصول بھی اسی زمرے میں آئے گا؟

جواب: بڑا اچھا سوال ہے۔ جنت بھی غیر اللہ ہے، اللہ نہیں ہے لیکن جنت میں ایک فرق ہے۔ جنت مظہر ہے رضائے الٰہی کا اسی لیے اس کے حاصل کرنے کا حکم قرآن کریم نے بھی دیا ہے، حضور اکرم ﷺ نے بھی دیا ہے کہ جنت میں جانے کی کوشش کرو۔ اس لیے نہیں کہ جنت فی نفسہٖ مطلوب ہے۔ بلکہ جنت اِس لیے مقصود ہے کہ وہ رضائے الٰہی کی رسید ہے۔ جنت میں جو جائے گا وہ تب جائے گا جب اللہ کی رضا نصیب ہوگی۔ جنت اللہ کا انعام ہے اور مظہر ہے رضائے الٰہی کا تو اسی لیے اُس کے حصول کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اللہ کے قرب، اللہ کی رضا کی دلیل ہے۔ یہ بڑا فاصلہ ہے اس کو سمجھیں۔ اپنی ذات کے لیے کسی کمال کی تمنا کرنا اور شئے ہے اور قربِ الٰہی کی تمنا، قربِ الٰہی کے دلائل کی تمنا یا وسائل کی تمنا اور ہے۔ اس لیے دلائل اور وسائل کی تمنا قربِ الٰہی ہی کی تمنا ہے، اس کے ہی مختلف رخ ہیں۔ (بقیہ صفحہ نمبر 25 پر)

تعارف سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مولانا محمود خالد، بہاول پور

نبی رحمت ﷺ کے فرمان ذیشان کے مطابق تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نجوم ہدایت ہیں مگر فضیلت چار کی مسلّم ہے۔ فقہا بہت ہوئے مگر قبولیت عامہ چار کو نصیب ہوئی۔ سلاسل تصوّف بھی بہت ہوئے مگر مشہور چار ہیں پھر جس طرح خلفاء راشدین میں سیدنا صدیق اکبرؓ کا خاص مقام و مرتبہ ہے اسی طرح سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کو بھی تمام سلاسلِ تصوّف میں امتیازی شان حاصل ہے وجہ ظاہر ہے کہ تمام سلاسل برکاتِ نبوی، سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے واسطے سے حاصل کرتے ہیں جبکہ نقشبندیہ اویسیہ میں برکات نبوّت براہِ راست سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتی ہیں۔

نقشبندیہ اویسیہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح جسمانی بعد کے باوجود نبی رحمت ﷺ اور مشائخ سے روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔

دوسرا خاص امتیاز روحانی بیعت ہے۔ سالک کی روحانی تربیت کر کے استعداد پیدا ہونے پر نبی رحمت ﷺ کے دستِ اقدس پر روحانی بیعت کرائی جاتی ہے۔

مجدّدِ طریقت

حضرت العلّام مولٰنا اللہ یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجددِ طریقت حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حصول علمِ دین میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے جید علماء کرام سے استفادہ کیا۔ ظاہری علوم سے فراغت کے بعد حصولِ تصوّف کے لیے مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی حاصل کی۔ انہوں نے ابتدائی منازل سلوک طے کروا کر چار سو سال قبل کے بزرگ حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے برزخ میں بطریق اویسیہ رابطہ کرایا جہاں سے آپ نے نہ صرف کسبِ فیض کیا بلکہ خلافت بھی ملی۔ آپ نے ربع صدی شبانہ روز محنت شاقہ سے اس میں کمال حاصل کیا اور 1962ء میں بطریق نسبتِ اویسیہ سالکین کی تربیت کا آغاز فرمایا آپ کے تربیت یافتہ افراد ایسے سچے اور کھرے مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ فروری 1984ء میں یہ آفتابِ تاباں غروب ہوا۔

الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

آپ کا تعلق کوہسار کے خوبصورت علاقہ ونہار کے ایک معروف زمیندار خاندان سے ہے۔ زمیندارے کے علاوہ 1958ء سے کوئلہ کی کان کنی (coal mining) کا کاروبار بھی کرتے ہیں اور اس وقت سے ٹیکس گزار بھی ہیں۔ قریباً ساٹھ سال قبل عین جوانمری میں جب آپ حق کے متلاشی ہوئے تو اللہ رب العزت نے اپنے فرمان يَهۡدِيٓ إِلَيۡهِ مَن يُنِيبُ کے مطابق ولی کامل حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں صاحبؒ کے درِ اقدس پر پہنچایا۔ آپ نے ان کی صحبت کی بھٹی میں پچیس سال کا عرصہ گزارا اور کندن بن کر نکلے۔ حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں نور اللہ مرقدہ نے اپنے شاگرد رشید کے سینے میں برکاتِ نبوت کا بے کراں سمندر انڈیلا اور اپنے بعد سلسلہ کا شیخ نامزد فرمایا۔

حضرت امیر مکرم مولانا محمد اکرم اعوان صاحب دام ظلہم العالی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے فی زمانہ شیخ ہیں۔ آپ کیفیاتِ قلبی اور برکاتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے امین و قاسم ہیں۔ اَنَا قَاسِمٌ وَاللہُ يُعۡطِي کی سنت پر عمل پیرا ہیں۔

حضرت شیخ معظم دامت فیوضہم امتِ مسلمہ کے افق پر وہ روشن آفتاب ہیں جس کی تابانی نے تمام شعبہ ہائے حیات کو روشن کر رکھا ہے۔

آپ نے اصلی، حقیقی تصوف کو واضح کرنے کے لیے ارشاد السالکین، کنز الطالبین، طریق نسبت اویسیہ، رموزِ دل، کنوزِ دل جیسی قریبا چالیس کتب سالکین کی رہنمائی کے لیے تصنیف فرمائیں۔ آپ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی ''مسائل السلوک من کلام ملک الملوک'' کی شرح اور اپنے عظیم المرتبت شیخ حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں صاحب قدس سرہٗ کی کتاب دلائل السلوک کی بھی شرح فرمائی۔

آپ عصر حاضر کی ایک عہد ساز شخصیت ہیں جو ایک طرف بھول بھٹکے لوگوں کو راہِ ہدایت دکھا رہے ہیں تو دوسری طرف متلاشیانِ حق کے قلوب کو انوارات و برکاتِ نبوی سے منوّر فرما رہے ہیں۔ آپ کی شبانہ روز کاوشیں صرف اور صرف دینِ حق کی سربلندی و سرفرازی اور اہالیانِ پاکستان کی اکائی پر مرتکز ہیں۔ آپ نفاذِ اسلام اور غلبۂ اسلام کے لیے کوشاں ہیں۔ آپ نے اسی مشن کی تکمیل کے لیے اندرون ملک و بیرون ملک اسفار فرمائے۔ آپ کا سفرنامہ ''غبارِ راہ'' اس حقیقت کا غماز ہے، اس کے مطالعہ سے قاری نہ صرف امت مسلمہ کی زبوں حالی اور پوری دنیا کی ثقافت سے شناسا ہوتا ہے بلکہ ان مسائل کا قابلِ عمل حل بھی پاتا ہے۔

آپ عالمی تنظیم الاخوان کے منتخب امیر ہیں۔ لاکھوں انسانوں کا تزکیۂ باطن فرما کر ان کی عملی زندگیوں کو اسلامی سانچے میں ڈھال رہے ہیں۔ پاکستان ہی نہیں ان سے مستفیض ہونے والے پورے عرب و عجم میں موجود ہیں۔ آپ نے تعلیم بالغاں کا باقاعدہ سلیبس مقرر کر رکھا ہے مختلف کورسز کے ذریعہ لوگ قرآن، حدیث، فقہ اور عربی سیکھتے ہیں جن میں ایمانیات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کی بنیادی تعلیم کے ساتھ معاشیات، عدالت اور معاشرت کی رہنمائی ملتی ہے۔ مردوں کی طرح خواتین کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہے۔ الاخوات کے نام سے ان کی بھی تنظیم ہے۔

آپ نے گزشتہ ادوارِ حکومت میں ملک کی دونوں بڑی جماعتوں کو نفاذِ اسلام کے لیے تحریری مسوّدہ پیش فرمایا۔ شومئی قسمت کہ ان حکومتوں کو توفیقِ عمل نہ ہوئی۔

آپ مفسرِ قرآن ہیں اللہ کریم نے آپ کو علمِ لدنی سے نوازا ہے اور قرآن پاک کا خاص فہم عطا فرمایا ہے۔ یہ اسی علمِ لدنی کی برکت ہے کہ آپ نے ایک تفسیر ''اسرار التنزیل'' تحریر فرمائی ہے۔ جس میں آپ نے موقع بہ موقع تصوف کے رموز کو آشکار کیا ہے یہ تفسیر صاحب دل حضرات کے لیے کسی نایاب تحفے سے کم نہیں۔ علاوہ ازیں زبان و بیان کی خوبیوں سے آراستہ اور خاص و عام میں پسندیدہ ہے۔

آپ کی دوسری بیانیہ تفسیر ''اکرم التفاسیر'' ہے جو نصف سے زائد یعنی سولہ پاروں میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔ یہ تفسیر وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ ''آسان قرآن'' کا اظہر من الشمس ثبوت ہے۔ آسان زبان میں ہونے کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے حالات کے مطابق ہونے کی وجہ سے یوں لگتا ہے کہ قرآن کریم شاید موجودہ زمانہ کے لیے ہی نازل ہوا ہے۔

آپ کی ایک اور پنجابی تفسیر ''رب دیاں گلاں'' (باتاں) ''اپنا'' ٹی وی چینل سے ٹیلی کاسٹ ہوتی رہی ہے اُس کی سی ڈی اور ڈی وی ڈی وغیرہ دستیاب ہیں اور ان شاء اللہ طباعت کے بعد منظرِ عام پر آجائے گی۔

آپ مترجمِ قرآن بھی ہیں آپ کا قرآن پاک کا سلیس ترجمہ ''اکرم التراجم'' قدرت اللہ کمپنی کی طرف سے شائع ہو کر کتب خانوں، مساجد اور گھروں کی زینت بن چکا ہے اور اپنی روانی، سلاست اور شستگی کے باعث علماء اور عوام میں یکساں مقبول ہے۔

آپ صوفی شاعر، محقق اور اعلیٰ پائے کے ادیب ہیں دلی کیفیات زباں پر آئیں تو گردِ سفر، دیدۂ تر، متاعِ فقیر، نشانِ منزل، آس جزیرہ، کونسی ایسی بات ہوئی ہے اور دل دروازہ جیسے مجموعہ ہائے کلام معرض وجود میں آئے۔

امیر محترم دامت برکاتہم کا ایک نعتیہ شعر بطور مثال ان کی والہانہ محبت کا ترجمان ہے۔

دو حبیب پر سیماب کو تلاش توکر
وہ اور جائے گا کہاں اُٹھ کر مدینے سے

آپ کے ہزاروں بیانات آڈیو، ویڈیو ریکارڈ شدہ ہیں CD's وغیرہ دستیاب ہیں کتب کے علاوہ بے شمار پمفلٹ ہیں کسی چیز پر رائلٹی نہیں لیتے۔

آپ الفلاح فاؤنڈیشن کے بانی ہیں جو پورے ملک میں عموماً اور شمالی علاقہ جات میں خصوصاً رفاہِ عامہ کی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

سیلابوں کی تباہ کاریوں میں ''الفلاح'' نے بے مثال کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔عملاً قابلِ تقلید امداد کی۔

آپ روایتی پیروں کی طرح نذرانے وصول کرنے کی بجائے خود انفاق فی سبیل اللہ میں پیش پیش ہوتے ہیں۔

آپ صقارہ ایجوکیشن سسٹم کے بانی اور سرپرست اعلیٰ ہیں۔ صقارہ اکیڈمی جس کا افتتاح صدر محمد ضیاء الحق صاحبؒ نے کیا وہاں اقبال کے شاہینوں کی تربیت کی جاتی ہے۔صقارہ اکیڈمی دین اور علوم جدیدہ کا حسین امتزاج ہے۔

العلم علمان: علم الادیان وعلم الابدان کے مصداق Spiritual، نارمیٹو سائنسز کے علم اور فزیکل سائنسز کے علم کا شاہکار عملی نمونہ ہے۔

اس اکیڈمی کا'' راولپنڈی بورڈ'' میں ایک خاص مقام ہے۔ اکیڈمی کے تعلیم وتربیت یافتہ سول وآرمی کے اعلیٰ عہدوں پر ہیں نیز مختلف شعبہ ہائے زندگی میں قابلِ تقلید نمونہ کے حامل ہیں۔

آپ بہترین نباض، اعلیٰ پائے کے حکیم اور چند یونانی ادویات کے موجد بھی ہیں۔ آپ اپنی مثال آپ شکاری ہیں دنیا کے مشہور شکاریوں نے آپ کی اس بے مثال خوبی کا اعتراف کیا ہے۔ڈرائیونگ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔

ان کی زندگی میں دنیوی خوف نام کی چیز نہیں۔ ہاں خوفِ خدا، خوف آخرت بدرجہ اتم موجود ہے

آپ بے بدل مقرر اور خطیب بھی ہیں آپ کے وعظ وخطابت کا کمال یہ ہے کہ ہر عمر اور ہر شعبہ کے لوگ نہ صرف مستفید ہوتے ہیں بلکہ سر دھنتے ہیں۔حتیٰ کہ جاہل، عالم، اُجڈ اور تعلیم یافتہ سبھی استفادہ کرتے ہیں۔آپ کا وعظ وتقریر سن کر بہت سے لوگوں کی دنیا بدل جاتی ہے۔

یوں تو آپ نے بیشمار موضوعات پر اظہار خیال فرمایا ہے جو ''نقوش حق'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے لیکن آپ کے خاص موضوع ذکر الٰہی، عظمت باری، معرفتِ باری، حصول رضائے باری، حبِ رسول ﷺ، اطاعت رسول ﷺ، اتباعِ نبی ﷺ غزوۃ الہند اور غلبہ اسلام وغیرہ ہیں۔آپ خود پریکٹیکل انسان ہیں۔ پریکٹیکل زندگی ہی پسند کرتے ہیں۔آپ ہر مسلمان کو باعمل باکردار دیکھنا پسند فرماتے ہیں۔

آپ تحدیث نعمت کے طور پر فرماتے ہیں۔

''میں یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ میں ایک نگاہ میں ایک شخص کے ایک ایک ذرّے کو اللہ کا ذکر سکھا سکتا ہوں یہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ قوت بخشی ہے کہ طالب کے قلب کو جاری کر سکتا ہوں اور اسے آج بھی وہی کیفیات نبوی نصیب ہو سکتی ہیں۔

شیخ المکرم ایسی ہمہ جہت ہستی ہیں کہ ان کے ہر پہلو کا کماحقہٗ احاطہ ممکن نہیں کسی نے ایسی ہی صورتحال کے پیشِ نظر فرمایا ہے

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا چینل ''۵'' پر ہفتہ وار پروگرام

''المرشد'' کے عنوان سے تصوف پر سوال وجواب کا پروگرام ہر جمعہ گیارہ بج کر دس منٹ پر ٹیلیویژن چینل ''۵'' سے نشر ہوتا ہے ساتھیوں سے التماس ہے کہ خود بھی پروگرام باقاعدگی سے دیکھیں اور دیگر حضرات کو بھی دعوت دیں۔

مدارس میں مجالسِ ذکر کے قیام کی ضرورت واہمیت

مولانا محمود خالد، بہاول پور

''نقش وفا'' طباعت کے آخری مراحل میں تھی کہ خیال پیدا ہوا کہ کتابچہ ''مدارس میں مجالس کے قیام کی ضرورت واہمیت، مکاتبت مابین حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی کاندہلوی مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ وحضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس اللہ سرہٗ'' کا کوئی پیرا ''نقش وفا'' میں شامل کر دیا جائے مگر مکمل کتابچہ کی اہمیت کے پیش نظر پیرا پر اکتفا نہ کیا۔ کتابچہ کے بار بار مطالعہ سے خیال آیا کہ چند اقتباسات قارئینِ الرشد کی نذر کیے جائیں سو مضمون حاضر ہے۔

حضرت مولانا محمد زکریاؒ حضرت مفتی صاحب اور حضرت بنوری صاحبؒ کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''مدارس کے روز افزوں فتن، طلبہ کی دین سے بے رغبتی، بے توجہی اور لغویات میں اشتغال کے متعلق کئی سال سے میرے ذہن میں یہ ہے کہ مدارس میں ذکر اللہ کی بہت کمی ہوتی جارہی ہے، بلکہ معدوم، بلکہ اس لائن سے تو بعض میں تنفر کی صورت دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک بہت خطرناک ہے، ہندوستان کے مشہور مدارس: دارالعلوم، مظاہرالعلوم، شاہی مسجد مرادآباد وغیرہ کی ابتداء جن اکابر نے کی تھی وہ سلوک میں امام الائمہ تھے ان ہی کی برکات سے یہ مدارس ساری مخالف ہواؤں کے باوجود اب تک چل رہے ہیں۔''

''مدارس کے روز افزوں فتنوں سے بچاؤ کی صورت صرف ذکر اللہ کی کثرت ہے، جب اللہ کا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا تو دنیا ختم ہوجائے گی، جب اللہ تعالیٰ کے پاک نام کو اتنی قوت ہے کہ ساری دنیا کا وجود اسی سے قائم ہے تو مدارس بے چارے ساری دنیا کے مقابلہ میں دریا کے مقابلہ میں قطرہ بھی نہیں، اللہ تعالیٰ کے پاک نام کو ان کی بقاء اور تحفظ میں جتنا دخل ہوگا وہ ظاہر ہے، اکابر کے زمانہ میں ہمارے ان جملہ مدارس میں اصحابِ نسبت وذاکرین کی کثرت جتنی رہی ہے وہ آپ سے بھی مخفی نہیں اور اب اس میں جتنی کمی ہوگئی ہے وہ بھی ظاہر ہے بلکہ اگر یوں کہوں کہ اس پاک نام کے مخالف حیلوں بہانوں سے مدارس میں داخل ہوتے جارہے ہیں تو میرے تجربہ میں غلط نہیں۔

اس لیے میری تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں کچھ ذاکرین کی تعداد ضرور ہوا کرے، طلبہ کے ذکر کرنے کے تو ہمارے اکابر بھی خلاف رہے ہیں اور میں بھی موافق نہیں، لیکن منتہی طلبہ یا فارغ التحصیل یا اپنے سے یا اکابرین سے تعلق رکھنے والے ذاکرین کی کچھ تعداد مدارس میں علی التبادل ضرور رہا کرے اور مدرسہ ان کے قیام کا کوئی انتظام کر دیا کرے۔''

''اسی طرح میری تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں دو چار ذاکرین مسلسل ضرور رہیں کہ داخلی وخارجی فتنوں سے بہت امن کی امید ہے، ورنہ مدارس میں جو داخلی اور خارجی فتنے بڑھتے جارہے ہیں اکابر کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا جائے گا اس میں اضافہ ہی ہوگا۔''

''فضائلِ ذکر میں حافظ ابن قیمؒ کی کتاب ''الوابل الصیّب'' سے ذکر کے سو کے قریب فوائد نقل کیے گئے ہیں جن میں شیطان سے حفاظت کی بہت سی وجوہ ذکر کی گئی ہیں، شیاطینی اثر ہی سارے فتنہ وفساد کی جڑ ہے، فضائلِ ذکر سے یہ مضمون بھی اگر آں جناب سن لیں تو میرے مضمون بالا کی تقویت ہوگی۔''

''دارالعلوم، مظاہرالعلوم، شاہی مسجد کے ابتدائی حالات آپ کو مجھ سے زیادہ معلوم ہیں کہ کن صاحبِ نسبت واصحابِ ذکر کے ہاتھوں

ان کی ابتداء ہوئی ہے؟ ان ہی کی برکات سے یہ مدارس اب تک چل رہے ہیں۔"

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ جواب میں لکھتے ہیں:

"حضرت کا گرامی نامہ وصول ہونے کے بعد سے کچھ ایسے ذاکر شاغل لوگ جن کا مجھ سے تعلق ہے اور پہلے سے یہ کہا کرتے تھے کہ ہم کچھ عرصہ دارالعلوم میں رہ کر ذکر شغل کریں گے میں اپنی بیماری اور عدمِ فرصت کا عذر کر کے دفع کر دیتا تھا، اب الحمدللہ تعالیٰ یہ کام شروع کر دیا ہے، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے، اپنے لڑکوں میں سے جو دو عالم ہوئے ہیں ان دونوں کو احقر نے اصلاحِ ظاہر و باطن اور ذکر وشغل سکھانے کے لیے ڈاکٹر عبدالحیٰ صاحب کے سپرد کر دیا ہے کیوں کہ گھر کے اندر یہ کام ہونا مشکل نظر آیا۔"

جواب از شیخ الحدیث (حضرت مولانا محمد زکریاؒ)

"اس مژدہ سے بہت ہی مسرت ہوئی کہ آپ نے ذاکرین کے دارالعلوم میں اجتماع کا اہتمام شروع فرمایا، اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور موجبِ خیر بنائے۔

آپ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو ڈاکٹر عبدالحی صاحب کے حوالہ کر دیا۔ بہت اچھا کیا، مگر شرط یہ ہے کہ ان کے دلوں میں ڈاکٹر صاحب کی محبت و وقعت پیدا ہو اور آپ خود بھی اہتمام سے اس کی نگرانی کیا کریں کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے فرمودات پر اہتمام سے عمل کریں اور وقعت بھی۔

اس سلسلہ میں ان بچوں کو یہ مضمون ضرور سناتے رہیں کہ رشیدؒ و قاسمؒ نے حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی اور جب لوگوں نے دونوں سے الگ الگ اعتراض کیا اور جو ان کی شان تھی وہی جواب دیا، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ہم میں علم تو زیادہ تھا مگر آگ جو حضرت حاجی صاحبؒ میں تھی وہ ہم میں نہیں تھی اور حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ وہ عالم تو نہیں تھے مگر عالم گر تھے۔"

جواب از حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

"ذکر اللہ کی برکات وانوار سے جو نتائج مرتب ہوں گے وہ بھی واضح ہیں اور میں اس کی تلافی کے لیے ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ ہر مدرسہ کے ساتھ ایک خانقاہ کی ضرورت ہے۔

ہمارے اکابر جو اخلاص اور تعلق مع اللہ کے مجسم تھے وہ محتاجِ بیان نہیں ان کی تدریس وتعلیم سے غیر شعوری طور پر ایسی تربیت ہوتی تھی اور ان کی قوتِ نسبت سے اتنا اثر ہوتا تھا کہ درس سے فراغت کے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی ذاکر اعتکاف سے باہر آ رہا ہے، بلاشبہ کاملین کا دور ختم ہوا تو اس کی تکمیل کے لیے اس قسم کی تدابیر کی ضرورت ہے، حق تعالیٰ جلد سے جلد عملی طور پر اس کی تشکیل کی توفیق نصیب فرمائے۔

اہم اشکال: البتہ ایک اشکال ذہن میں آیا کہ ویسے تو علومِ دین، تدریس کتبِ دینیہ سبھی ذکر اللہ کے حکم میں ہیں اگر اخلاص وحسنِ نیت نصیب ہو، اور ذکر اللہ بھی اگر خدانخواستہ ریاکاری سے ہو تو عبث بلکہ وبالِ جان ہے، لیکن اگر کسی درسگاہ میں تعلیمِ قرآن کریم کا شعبہ بھی ہے اور بچے تعلیم قرآن اور حفظ قرآن میں مشغول ہیں اور الحمدللہ ایسے مدارس بھی ہیں جہاں معصوم بچے اور مسافر بچے شب وروز بلاشبہ بارہ گھنٹے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتے ہیں، مقصد بھی الحمدللہ بہت اونچا اور نیت بھی صالح، تو کیا یہ ذکر اللہ ان ذاکرین کے ذکر کی جگہ پر نہیں کر سکتے؟ اور یہ سلسلہ اگر اس طرح جاری وساری ہے تو الحمدللہ اچھا خاصا بدل مل جاتا ہے، ظاہر ہے کہ عہدِ نبوت میں یہ سلاسل وطرق کا نظام تو نہیں تھا، بلکہ تلاوت قرآن کریم مختلف اوقات واعمال کے اذکار وادعیہ، پھر صحبت مقدسہ قیام لیل وغیر کی صورت تھی۔۔۔

بہرحال مزید رہنمائی کا محتاج ہوں، مجھے اپنے ناقص ہونے کا بے حد افسوس ہے کاش رسمی تکمیل ہو جاتی تو محض افادیت ونفع کی غرض سے متعارف سلسلہ بھی جاری کرتا، اور اس طرح ایک خانقاہی شکل بھی بن جاتی، یہ چیز واضح ہے کہ عام طور پر طلبہ تعلیم کے زمانہ میں اپنی تربیت واصلاح کی طرف قطعاً متوجہ نہیں ہوتے، اور یہ پہلو بے حد دردناک

ہے، اور جب مدرسین بھی اس قوی نسبت سکینہ کے حامل نہ ہوں اور طلبہ بھی اپنی اصلاح سے غافل ہوں، اذکار و وادعیہ کا التزام بھی نہ ہو، دور فتنوں کا ہو "حفت النار بالشهوات" کا منظر قدم قدم پر ہو تو ذکر اللہ کی کثرت کے بغیر چارۂ کار نہیں۔"

جواب الجواب از شیخ الحدیث صاحبؒ

"حضرت گنگوہی قدس سرہ کے دور سے ان اکابر کو بہت کثرت سے دیکھنے کی نوبت آئی۔ بلا مبالغہ صورت سے نور ٹپکتا تھا اور چند روز پاس رہنے سے خود بخود طبائع میں دین کی عظمت، اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی تھی، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے متعلق بہت سے جاہلوں کو میں نے خود دیکھا کہ بیعت ہونے کے بعد تہجد نہیں چھوٹی، اور بعض جاہلوں کو تو یہاں تک دیکھا ہے کہ کوئی نیا مولوی اپنے وعظ میں کچھ اُدھر اُدھر کی کہہ دیتا تو وہ آکر پوچھتے کہ فلاں مولوی صاحب نے وعظ میں یوں کہا ہے۔"

"حضرت شیخ الہند کا قصہ تو مشہور ہے کہ جمعرات کی شام کو مدرسہ کا سبق پڑھا کر ہمیشہ پیدل گنگوہ تشریف لے جایا کرتے تھے اور شنبہ (سنیچر) کی شب میں عشاء کے بعد یا تہجد کے وقت گنگوہ سے چل کر شنبہ صبح کو دیوبند میں سبق پڑھایا کرتے تھے، یہ مناظر آنکھوں میں گھومتے ہیں، اور دل کو تڑپاتے ہیں۔"

اشکال کا جواب:

یقیناً قرآن پاک کی اور حدیث کی تعلیم تو بہت اونچی ہے اور اس میں سب کچھ ہے، اس کا مقابلہ کوئی چیز کیا کر سکتی ہے۔

مگر تابعین کے زمانے سے قلبی امراض کی کثرت نے اس زمانہ کے مشائخ کو ان علاجوں کی طرف متوجہ کیا جیسا کہ امراض، بدنیہ میں ہر زمانے کے اطباء نے نئے نئے امراض کے لیے نئی نئی دوائیں ایجاد کیں، ایسے ہی اطباء روحانی نے قلوب کے زنگ کے لیے ادویہ اور علاج تجویز کیے، نبی کریم ﷺ کی نگاہ کی تاثیر سے دل کے غبار چھٹ جاتے تھے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خود اعتراف کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دفن سے ہم نے ہاتھ ہی نہیں جھاڑے تھے کہ اپنے قلوب میں تغیر پانے لگے اوکما قال

اس قوتِ تاثیر کا نمونہ امت کے افراد میں بھی پایا گیا، چنانچہ حضرت سید صاحبؒ کے لوگوں میں بہت سے ایسے ہیں جن کو بیعت کے ساتھ ہی اجازت مل گئی، اس کے نظائر تو آپ کے علم میں مجھ سے زیادہ ہوں گے، حضرت میاں جی صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے یہاں تلاوت قرآن کے درمیان میں ہی بہت سے مراحل طے ہو جایا کرتے، مگر یہ چیز تو قوتِ تاثیر اور کمال تاثر کی محتاج ہے جو ہر جگہ حاصل نہیں ہوتا۔

قرآن پاک و احادیث میرے خیال میں مقویات اور جواہرات ہیں، لیکن جس کو پہلے معدہ کے صاف کرنے کی ضرورت ہو اس کو تو پہلے اسہال کے لیے ہی دوا دیں گے ورنہ یہ قوی غذائیں ضعفِ معدہ کے ساتھ بجائے مفید ہونے کے مضر ہو جاتی ہیں۔"

پہلے ہر شخص کو اپنی اصلاح کا خود فکر تھا، وہ خود ہی امراض کے علاج کے لیے اطباء کو ڈھونڈتے تھے، اب وہ امراض قلبیہ سے اتنے بے گانہ ہو چکے کہ مرض کو مرض بھی نہیں سمجھتے۔"

"ذکر اللہ کی برکات و انوار تو بہر حال درسِ قرآن، حفظِ قرآن، تلاوتِ قرآن سے حاصل ہو جاتی ہیں، طلبہ کے نفوس کا علاج وہ نہیں، بلاشبہ اس کے لیے مخصوص طریق علاج کی ضرورت ہے۔

اس لئے گزارش کی تھی کہ ہر درس گاہ کے ساتھ ایک خانقاہ کی بھی ضرورت ہے جو طلبہ فارغ ہوں اس سے وابستہ ہوں اور کچھ عرصہ اس مقصد کے لیے اقامت بھی کریں، خدا کا شکر کہ آپ کی خواہش (کے مطابق) ذاکرین کے اجتماع اور اجتماع ذکر کی تدبیر کی گئی، اس ہفتہ اس کا افتتاح بھی ہو جائے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ)"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ اشکال کا ایک اور جواب ہدیۂ قارئین کیا جائے۔ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مدظلہٗ فرماتے ہیں:

"جب بچہ پیدا ہوتا ہے اگر اس کو پہلے ہی دن بھینس کا دودھ پلا دیں تو اس کا ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے، پیٹ خراب ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ

اس کے معدے میں اتنی استعداد ہی نہیں کہ وہ اس دودھ کو برداشت کر سکے، اس کو یا تو ماں کا دودھ دیجیے یا بکری کا دودھ دیجیے جو لطیف ہوتا ہے، ہلکا ہوتا ہے، وہ بھی پانی ملاکر، بچہ جب اس کو پیتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کے اندر استعداد بنتی ہے، پھر بغیر پانی کے دینا شروع کیجیے پھر استعداد بڑھے گی۔ یہاں تک کہ پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ بچہ گائے کا دودھ بھی ہضم کر لیتا ہے، تدریجاً اس کا نظام انہضام بہتر ہوجاتا ہے، حتیٰ کہ بھینس کے دودھ کو بھی ہضم کرجاتا ہے، اب یہ مثال سامنے رکھ کر سوچیے:

ہر عمل کا ایک نور ہوتا ہے ذکر کا بھی ایک نور ہے، قرآن مجید کا بھی ایک نور ہے۔ اب اِن انوارات کو ہمارا دل کیسے جذب کرے؟ اس کے لیے دل میں استعداد ہونی چاہئے۔ اگر دِل میں ہی استعداد بنی ہوئی نہیں ہے تو قلب ان انوارات کو جذب نہیں کر سکے گا۔ مثال کے طور پر اور مثال بھی قرآن کریم سے (سبحان اللہ) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ اور جب قرآن پڑھا جائے فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا اسے غور سے سنو اور خاموش ہوجاؤ'' لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (پ:۹ سورۂ اعراف: ۲۰۴) تاکہ تم پر رحمتیں برسائی جائیں۔'' اب یہ قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ جہاں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے وہاں اللہ کی رحمتیں برستی ہیں اور اس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں، یہ ٹھوس اور پکی بات ہے جہاں قرآن مجید پڑھا جائے گا اللہ کی رحمتوں کی بارش ہوگی۔ اب سوچیے کہ جو حافظ صاحب اور قاری صاحب صبح سے لے کر اور شام تک بچوں سے حفظ کرواتے ہیں ان کے دائیں بائیں آگے پیچھے درجنوں بچے اپنی معصوم زبانوں سے قرآن کریم پڑھ رہے ہوتے ہیں، وہاں پر رحمت کی کتنی بارش ہوتی ہوگی۔ اب رحمت کی اس بارش میں زندگی کے کئی کئی سال گزارنے والے بندے کا دل تو دھل جانا چاہئے تھا لیکن ہم نے سنا اور کئی مرتبہ دوست احباب بھی کہتے ہیں کہ قلب کی وہ حالت نہیں جو ہونی چاہئے، عین اس وقت بھی کئی مرتبہ میلی نگاہ ہوتی، غلط نگاہ ہوتی، غلط نگاہ پڑ رہی ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ نزولِ رحمت میں تو کوئی شک نہیں اور وقت کی قلت بھی نہیں اور ہر وقت قرآن پاک بھی پڑھا جا رہا ہے اب ایسے وقت میں اس بندے کا دل دھل جانا چاہئے تھا اور اگر نہیں دھلا پھر کیا لڑکا مرتکب ہوتا ہے، پھر بھی نگاہ میلی ہے، حافظ ہونے کے باوجود جب بھی کبھی باہر نکلتا ہے تو نامحرم کو اس دیکھتا ہے جس طرح شکاری کتا اپنے شکار کو دیکھتا ہے تو پھر کیا معنی؟ اس کا مطلب یہی ہے کہ ابھی دھلا نہیں ہے، ابھی دل صاف نہیں ہوا، ابھی ظلمت چھٹی نہیں ہے۔ کیوں نہیں چھٹی؟ علماء نے اس کا جواب لکھا ہے کہ نزول رحمت میں شک نہیں ہے لیکن اس کے دل میں اس نور کو جذب کرنے کی استعداد نہیں ہے۔ یہ چکنا گھڑا بنا ہوا ہے، بارش ہو رہی ہے پھر بھی اس کو قبول نہیں کرتا۔

اب استعداد بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ اللہ کا ذکر شروع کردے ذکر کے انوارات بڑے لطیف ہوتے ہیں، بکری کے دودھ کے مانند جسے چھوٹا بچہ بھی پی لیتا ہے اسی طرح عام بندہ بھی ذکر کے انوارات کو قبول کر لیتا ہے، غافل سے غافل دل بھی اللہ کے ذکر کے انوارات کو جذب کر لیتا ہے، ذکر کے انوارات چونکہ لطیف ہوتے ہیں لہٰذا جب ذکر کرتے کرتے روحانی اعتبار سے وہ قوی ہوجاتا ہے اس کے بعد اللہ رب العزت کے قرآن کے نور کو جو نور ثقیل ہے جذب کرتا ہے جیسا کہ فرمایا إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا (پ:۲۹، سورۂ مزمل: آیت:5) اس کے انوارات ایسے نہیں کہ ہر بندہ جذب کرتا پھرے اس کے لیے استعداد بنانی پڑتی ہے، پھر جب وہ کیفیت حاصل ہوتی ہے، قلب قرآن کے انوارات کو جذب کرنے لگتا ہے، پھر تو یہ حالت ہوتی ہے کہ تیروں پر تیر لگ رہے ہیں اور جسم سے خون نکل رہا ہے، بالآخر سلام پھیر کر کہتے ہیں کہ اگر مجھے فرض منصبی میں کوتاہی کا ڈر نہ ہوتا تو میں آج سورہ کہف پڑھے بغیر نماز مکمل نہ کرتا، یہ کیفیت ہوجاتی ہے پھر پوری رات گزر جاتی ہے اللہ کے کلام کی تلاوت میں، پھر ایک ایک آیت کو پڑھ کر قند مکرر کے مزے لیتے ہیں، پھر ان کا دل نور کو جذب کر رہا ہوتا ہے، تو یہ استعداد بنتی ہے ذکر سے۔ اس لیے ہمارے مشائخ ہر بندے کو کہتے ہیں کہ بھائی تم ذکر کرو، ذکر سے استعداد پیدا ہوجائے گی، دل صاف ہوگا، پھر نماز کے انوارات اور قرآن کریم کے انوارات کو بھی قلوب جذب کرنا شروع کر دیتا ہے۔''

خواتین کا صفحہ

حضرت اُمِّ حکیم رضی اللہ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب: قریش کے خاندان مخزوم سے تھیں۔ والد کا نام حارث بن ہشام بن المغیرہ اور ماں کا نام فاطمہ بنتِ الولید تھا جو حضرت خالد بن ولید کی ہمشیرہ تھیں۔ اہل سیرت نے ان کا ذکر اُن کی کنیت سے ہی کیا ہے اور اصل نام نہیں لکھا۔

عام حالات: حضرت امِ حکیمؓ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ کفر وشرک کا گہوارہ تھا۔ ان کے والد حارث بن ہشام، ابوجہل (عمر وبن ہشام) کے حقیقی بھائی تھے۔ دونوں بھائی اسلام دشمنی میں سخت تھے۔ یہی حال والدہ اور ماموں خالد بن ولیدؓ کا تھا۔ شادی بھی ہوئی تو اپنے چچا زاد عکرمہ بن ابوجہل سے جو اسلام دشمنی میں اپنے باپ کا دستِ راست تھا۔

خاوند کی ریشہ دوانیاں: 2ھ میں ابوجہل تو میدانِ بدر میں مارا گیا لیکن عکرمہ نے باپ کے ادھورے کام کا بیڑہ اُٹھالیا۔ فتح مکہ تک ہر قدم پہ مسلمانوں کو ستایا۔

غزوۂ احد میں شرکت: غزوۂ احد میں ام حکیمؓ اپنے خاوند عکرمہ کے ساتھ شریک تھیں۔ ان کے ماموں خالدؓ نے غزوۂ احد میں مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا جن کے ساتھ عکرمہ بھی شامل تھے۔ یہاں پر ہی بس نہیں کی بلکہ 8ھ میں مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ کے قتل وغارت میں حصہ لیا اور صلح حدیبیہ کو عملاً توڑ ڈالا۔ یہاں تک کہ جب خالد بن ولیدؓ جو فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے کے اس اقدام سے متاثر ہونے کی بجائے (کہ وہ خود ان کے بھی رشتہ میں چچا لگتے تھے) عکرمہ نے فتح مکہ کے موقع پہ چند مشرکین کے ساتھ مل کر شہر میں داخل ہونے والے فوجی دستہ کے ساتھ مزاحمت کی اور جب کچھ نہ بن پڑا اور مکہ فتح ہو گیا تو پھر جان بچانے کی خاطر یمن کی طرف بھاگ نکلے۔

۞ حضرت اُمِ حکیمؓ کا قبولِ اسلام:

حضرت امِ حکیمؓ نے اپنی فطری سلامت روی کی بنا پر فتح مکہ کے موقع پہ اپنے والد حارث بن ہشام اور والدہ فاطمہؓ بنتِ ولید کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

۞ شوہر کے لیے امان کی درخواست:

حضرت اُمِ حکیمؓ کو شوہر سے بے حد محبت تھی انہیں یہ گوارا نہ ہوا کہ عکرمہ بدستور کفر وشرک میں مبتلا رہیں چنانچہ انہوں نے بڑی دردمندی سے رحمتِ عالمؐ سے استدعا کی کہ ان کے شوہر کو امان دی جائے۔ حضور ﷺ نے عفو ودرگزر سے کام لیا اور ان کے شوہر کو امان دے دی۔ یہ خوشخبری لے کر وہ عکرمہ کی تلاش میں ساحلِ بحر کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ادھر عکرمہ مکہ سے بھاگ کر بحیرہ قلزم کے ساحل پہ پہنچے تو یمن جانے والی کشتی تیار کھڑی تھی اس میں سوار ہو گئے۔ کچھ دور جا کر کشتی طوفان کی زد میں آ گئی۔ عکرمہؓ نے لات وعزیٰ کو پکارنا شروع کر دیا۔ ملاحوں نے کہا اب لات وعزیٰ کو نہیں اللہ کو پکارنے کا وقت ہے۔ بات عکرمہ کے دل پہ اثر کر گئی۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ اس موقع پر عکرمہ نے خلوصِ دل سے دعا کی:

''اے اللہ! میں عہد کرتا ہوں اگر اس طوفان نے مجھے زندہ چھوڑ دیا تو میں خود کو محمد ﷺ کے سامنے پیش کر دوں گا وہ بڑے رحیم ہیں مجھ سے مؤاخذہ نہ فرمائیں گے۔''

اللہ کی قدرت سے کشتی صحیح سلامت اسی جگہ کنارے سے آ لگی جہاں سے چلی تھی۔ وہ کشتی سے اترے۔ اسی اثنا میں حضرت ام حکیمؓ بھی تلاش میں وہاں آن پہنچیں اور عکرمہ کو خوشخبری دی کہ حضور ﷺ

نہایت شفیق اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں میں نے ان سے تمہارے لیے امان حاصل کرلی ہے تم میرے ساتھ ان کی بارگاہ میں چلو۔عکرمہ فوراً مان گئے۔حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ انہیں دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا"مرحبا یا الراکب المهاجر"۔(خوش آمدید اے پردیسی سوار!)

عکرمہؓ نے زوجہ اُمِ حکیمؓ کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا''اس نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ﷺ نے میری جان بخش دی۔''

حضور ﷺ نے فرمایا''ہاں اس نے سچ کہا۔تم محفوظ و مامون ہو۔''

عکرمہ اس شانِ کریمی سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ اسی وقت صدقِ دل سے اسلام قبول کرلیا۔اس کے بعد ان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گیا اور انہوں نے اپنی دولت اور جان دونوں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف کردیئے۔پہلے جس شدت سے اسلام کی مخالفت کی تھی اب اس سے کہیں بڑھ کر جاں نثاری سے اسلام کی خدمت کی۔

۞ **شوہر کی شہادت:** مسلمان ہو کر عکرمہؓ نے اپنے تمام گناہوں کا خوب کفارہ ادا کیا۔تمام غزوات میں شرکت کی اور جان بازی سے لڑے۔11ھ کو عہدِ صدیقی میں فتنۂ ارتداد کے خلاف لڑے۔پھر جب مسلمانوں نے رومیوں کے خلاف مہم شروع کی تو عکرمہؓ اپنے ساتھ اُمِ حکیمؓ کو بھی شام لے گئے۔کئی معرکوں میں لڑے اور بالآخر اجنادین کی لڑائی میں دادِ شجاعت دے کر شہادت پائی۔اس طرح اُمِ حکیمؓ نے عالمِ مسافرت میں بیوگی پائی۔

۞ **دوسرا نکاح:** عدت کے ایام ختم ہوئے تو ان کو نکاح کے پیغام ملنے شروع ہو گئے۔ان میں حضرت خالدؓ بن سعید بن عاص کا پیغام بھی تھا۔آپؓ نے باقی تو رد کردیئے البتہ حضرت خالدؓ بن سعید سے نکاح پر رضامندی ظاہر کی کیونکہ وہ بڑے جلیل القدر صحابیؓ تھے۔وہ سابقون الاولون میں شامل تھے،ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ دونوں سے مشرف ہو چکے تھے،فتح مکہ،طائف،تبوک اور حنین میں بھی حضور ﷺ کے ہمرکاب رہ چکے تھے اس لیے اُمِ حکیمؓ نے انہیں باقیوں پر ترجیح دی۔

چار سو دینار حق مہر پر ان کے نکاح میں آگئیں یہ نکاح مرج الصفر کے مقام پر ہوا یہ جگہ دمشق کے قریب ہے (بقیہ صفحہ نمبر 40 پر)

طالبات کے لیے خوشخبری

18 مارچ 2015 سے داخلہ جاری

کلاسز کا باقاعدہ آغاز 11 مئی 2015 سے

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج کا اجراء

علاقہ ونہار میں نظامِ تعلیم میں ملٹی میڈیا متعارف کروانے والا پہلا ادارہ

کورسز:۔ F.Sc (Pre.Med)،F.Sc(Pre-Eng)،I.C.S.،I.Com،F.A.(I.T.)

نمایاں خصوصیات

تدریس بذریعہ لیکچر سسٹم + ملٹی میڈیا

M.Sc،M.Phil تجربہ کار اساتذہ

ماہانہ ٹیسٹ کا خصوصی انتظام

سٹوڈنٹس کے لیے Presentation اور Saminars کا انعقاد

بورڈ کے امتحانات اور پروفیشنل ڈگری کی منظم اور بھرپور تیاری

ہاسٹل کی سہولت،بہترین Mess،اعلیٰ سکیورٹی اور جنریٹر کی سہولت کے ساتھ

لڑکیوں کی دینی ماحول میں بہترین کردار سازی

گولڈن پیکج:۔

میٹرک میں 90% سے زائد نمبرز پر مفت تعلیم | 85% سے زائد نمبرز پر نصف فیس | حافظ قرآن کے لیے خصوصی رعایت

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج، دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال۔

رابطہ: 0341-0642642، 0332-8384222، 0543-562200

قسط نمبر 21

خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

ع حنان، لاہور

ہم سب مسلمانوں کے لیے یہ بے حد خوش قسمتی کی بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے اور محبوب ترین بندے خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ تمام انسانیت ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ تمام مخلوق میں یہ خوش قسمتی صرف انسان کو عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء کرامؑ مبعوث فرمائے وہ صرف انسانوں میں سے ہی تھے۔ کسی اور مخلوق کو یہ عزت اور شرف عطا نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ اُن میں سے کسی کو نبی کے طور پر مبعوث فرما کر اُن کے سینوں میں انوارات وبرکات اتارتے۔ تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ نے سب سے اعلیٰ رتبہ انبیاء کرامؑ کو عطا فرمایا اور آپ ﷺ کو تمام انبیاء کرامؑ کا سردار بنایا۔ انبیاء کرامؑ کے بعد جو ہستیاں بلند ترین مقام پر فائز ہیں وہ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ نبی اکرم ﷺ کا صحابی (Companion) بنایا اور نبی اکرم ﷺ نے خود اُن کا تزکیہ فرمایا، اُن کو دین تعلیم فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے بھی نبی اکرم ﷺ سے اتنا پیار کیا کہ اپنا گھربار اور جانیں صرف آپ ﷺ کے حکم عالی ماننے میں لٹا دیں۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا مقصد ہی نبی اکرم ﷺ کے احکام کو دل وجان سے ماننا اور آپ ﷺ کی ہر سنت مبارکہ کا اتباع کرنا تھا جس طرح اللہ تعالیٰ کے انوارات اور برکات کو تمام مخلوق تک پہنچانے کا واحد ذریعہ اور وسیلہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے اسی طرح نبی اکرم ﷺ سے ظاہری وباطنی تعلیم حاصل کر کے اُسے آنے والی نسلوں تک پہنچانے کا واحد ذریعہ ووسیلہ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی چھوٹی بڑی ہر بات کو احادیث کی صورت میں محفوظ کر دیا اور ہر عادت مبارکہ کو یاد بھی رکھا اور اُسے اپنے بعد آنے والوں تک پہنچایا بھی تاکہ قیامت تک آنے والی نسلیں اس سے مستفید ہوسکیں۔ ہر حدیث مبارک کی صحت (authenticity) جاننے کے لیے سترہ (17) علوم بنائے گئے۔ آج بھی ان علوم کے ماہر لوگ ایک حدیث پڑھ کر بتا دیتے ہیں کہ یہ حدیث مبارک مستند ہے، یعنی یہ حدیث پاک واقعی آپ ﷺ کی فرمائی ہوئی ہے۔

آیئے! دیکھتے ہیں کہ صحابیؓ کہتے کس کو ہیں؟ وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ مبارک پایا اور ایمان کی حالت میں آنے والے شخص پر نبی اکرم ﷺ کی نگاہ پاک پڑی (خواہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو نہیں بھی دیکھا) یا ایمان کی حالت میں آنے والے شخص کی نگاہ نبی اکرم ﷺ کے وجود عالی پر پڑ گئی (اگرچہ نبی اکرم ﷺ کی نگاہ مبارک آنے والے پر نہ بھی پڑی ہو) تو ایک آن میں، ایک لمحے میں وہ شخص صحابیت کے درجے پر فائز ہوگیا۔ سو یہ اعلیٰ درجہ صرف اور صرف اُن ہستیوں کے حصہ میں آیا جنہوں نے ایمان کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کا زمانہ مبارک پایا اور نبی اکرم ﷺ کی نگاہِ مبارک اُن پر پڑی یا آنے والے صاحب ایمان کی نگاہ نبی اکرم ﷺ پر پڑی۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ ایمان کی حالت میں آنے والے پر نبی اکرم ﷺ کی ایک نگاہِ مبارک انہیں اس قدر اعلیٰ مقام تک کیسے پہنچا دیتی تھی؟ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سراجاً منیرا فرمایا ہے، یعنی چمکتا ہوا سورج۔ نبی اکرم ﷺ کی برکات کی شعاعیں براہ راست ایمان کی حالت میں آنے والوں کے قلوب پر پڑیں اور یہ برکات ایک لمحے میں اُن کی قلبی حالت کو یوں بدل دیتیں کہ وہ ایمان کی مضبوطی کی انتہا کو پہنچ جاتے۔ تمام صحابہ کرامؓ کی زندگیاں اسلام قبول کرنے سے پہلے جو بھی تھیں لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد تمام صحابہ کرامؓ کی

زندگیوں کا انداز یوں بدل گیا کہ اُن سب کی پسند اور ناپسند اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند اور ناپسند میں ڈھل گئی۔ اللہ تعالیٰ کا نام دوسرے انسانوں تک پہنچانا، اللہ کی مخلوق کو ظلم سے بچانا اور لوگوں کے کام آنا اُن کی زندگیوں کا مقصد بن گیا۔

صحابہ کرامؓ ہر لحاظ سے ہی بڑے خوش قسمت تھے۔ اُن کے تو دلوں میں بھی جو سوال اٹھتے تھے، اللہ تعالیٰ اُن کا جواب قرآن پاک میں ارشاد فرماتے اور صحابہ کرام اُس جواب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اس قدر پیارے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کے لیے فرمایا:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبہ:100)

ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہوئے اور وہ اللہ سے خوش ہوئے۔

حضرت عمرؓ ایک حدیث مبارک روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے اصحاب کا اکرام کیا کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔''

جو ہستیاں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پیاری تھیں، ہمیں خوب خیال رکھنا چاہیے کہ ہم سب پر اُن کا کس قدر احترام کرنا لازم آتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے نام مبارک کے ساتھ رضی اللہ عنہ (رضؓ) ضرور لکھنا اور بولنا چاہیے۔ صحابہ کرامؓ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور احترام کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں موجود ہوتے تو تمام صحابہ کرامؓ یوں تشریف رکھے ہوتے کہ گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، یعنی سر جھکائے ہوئے بالکل ساکت بیٹھے ہوتے تھے۔ جاننے کی خاطر کوئی سوال پوچھنا ہوتا تو بے حد دھیمی آواز میں بولتے تھے۔ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے اور اٹھنے، بیٹھنے، بولنے کے آداب خود اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ) تعلیم فرمائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک صحابیؓ کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ لوگ عیادت کو آئے تو وہ صحابیؓ فرمانے لگے کہ یہ آنکھیں تو مجھے اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی۔ جب وہ ہی نہ رہے تو ان آنکھوں کے جانے کا کیا غم۔

صحابہ کرامؓ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ عالی کے لیے چنا اور انہوں نے خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست فیض حاصل کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اُن کا تزکیہ فرمایا اور خود کتاب و حکمت کی تعلیم فرمائی، اور اس عظیم سعادت میں اُمت کا کوئی فرد ان کے برابر نہیں ہوسکتا۔

پیارے بچو! ہم ان شاء اللہ آئندہ شماروں میں آپ کو جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے بارے میں تفصیل سے بتائیں گے۔ سب سے پہلے ہم خلفائے راشدینؓ کی مبارک زندگیوں کے بارے میں جانیں گے، اور اگلے شمارے میں ہم خلفائے راشدینؓ میں سے اُس اعلیٰ مرتبہ والے خلیفہؓ کا تذکرہ کریں گے جن کا مقام انبیاء کرامؑ کے بعد سب سے افضل ہے۔

بقیہ صفحہ 38 سے آگے

اور اس وقت لشکرِ اسلامی پیش قدمی کرتا ہوا دمشق کی جانب بڑھ رہا تھا۔ نکاح کے بعد حضرت خالدؓ نے رسمِ عروسی ادا کیے جانے کی خواہش کی تو اِمِ حکیمؓ نے کہا ''دشمن سر پر کھڑا ہے اور اس وقت لڑائی کا کسی بھی وقت خطرہ ہے اس لیے چند دن توقف کے بعد اطمینان سے یہ رسم ادا ہوجائے گی تو بہتر ہوگا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا: ''مجھے اس معرکے میں اپنی شہادت کا یقین ہے۔ اُمِ حکیمؓ خاموش ہوگئیں ایک پل کے پاس جواب بھی قنطرہ ام حکیمؓ کہلاتا ہے رسمِ عروسی ادا ہوئی۔ صبح کو دعوتِ ولیمہ سے ابھی لوگ فارغ بھی نہیں ہو پائے تھے کہ رومیوں نے حملہ کردیا۔

ایک قوی ہیکل رومی جو سب سے آگے تھا اور مسلمانوں کو للکار رہا تھا حضرت خالدؓ اس کی للکار پہ شیر کی طرح لپکے اور نہایت بہادری سے لڑکر شہید ہوگئے۔ اُمِ حکیمؓ یہ منظر دیکھ رہی تھیں اپنے عروسی لباس کو سمیٹا، کپڑوں کو باندھا اور خیمے کی چوب اکھاڑ کر لڑائی میں شریک ہوگئیں۔ زخمی شیرنی کی طرح حملہ کرتیں اور اپنی چوب سے انہوں نے سات رومیوں کو مار گرایا۔ (اصابہ، ج:8، ص:225)

وفات: ایک روایت ہے کہ حضرت اُمِ حکیم اس کے بعد یرموک کی ہولناک جنگ میں بھی شریک ہوئیں اور دوسری خواتین کے ہمراہ دلیری سے جنگ لڑی۔ حضرت اُمِ حکیمؓ کے مزید حالات کتبِ سیر میں نہیں ملتے۔ نہ کسی نے ان کی وفات کا کہیں تذکرہ کیا ہے اور نہ ہی اولاد کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سماجی جلسہ

بعثتِ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس
28 دسمبر 2014ء، بمقام ایوانِ اقبال، لاہور

پروفیسر حافظ خالد محمود

بعثتِ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس 2014ء میں دو مرتبہ منعقد ہوئی۔12 جنوری 2014ء اور 28 دسمبر 2014ء میں۔دونوں مرتبہ ایوان اقبال مکمل طور پر حاضرین سے پُر تھا مگر 28 دسمبر 2014ء کو تو بعض ساتھیوں کو سیڑھیوں پر اور بعض کو باہر جگہ ملی۔کانفرنس کے انتظامات کے لیے حسب سابق امیر لاہور جناب خالد محمود چشتی صاحب کی رہائش گاہ پر امراء حلقہ جات لاہور کی کئی نشستیں ہوئیں۔تمام امراء کو ان کے حصے کا کام سونپ دیا گیا۔ہر ایک نے پورے خلوص اور بھرپور دلچسپی کے ساتھ اپنے کام کو نبھایا۔اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمام ساتھیوں کی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔(آمین!) بہت جلد شہرِ لاہور کانفرنس کے بینرز سے سج گیا۔اس مرتبہ رکشوں پر لگائے جانے والے فلیکس دوگنا تعداد میں چھپوائے گئے۔پچھلے جلسے کے مقابلے میں اس مرتبہ تشہیر جلسہ بہت اچھے طریقے سے ہوئی الحمدللہ!۔مساجد میں چھوٹے اشتہار بھی لگائے گئے اور اس کے علاوہ دعوتی کارڈ اور لفافے میں اشتہار ڈال کر ساتھ ہی ایک عدد نئے اور پرانے ''المرشد'' تمام ائمہ مساجد کو پیش کیے گئے۔جن آئمہ سے ملاقات ہوئی اُن میں سے بعض نے پروگرام میں شامل ہونے کا وعدہ بھی فرمایا۔جن آئمہ سے ملاقات نہ ہوسکی اُن کے مسجد کے منبر پر دعوتی کارڈ رکھ دیا گیا۔لفافوں پر محترم جناب امام صاحب وخطیب صاحب کے الفاظ لکھے گئے۔بعض مساجد میں جب نماز کا وقت ہوا تو ساتھیوں نے وہیں نماز ادا کی۔امام صاحب تشریف لائے تو انہوں نے فوراً منبر پر رکھا لفافہ کھول کر دعوتی کارڈ اور اشتہار کو پڑھا۔پچھلے سالوں کے تجربے کی روشنی میں اس مرتبہ انتظامات میں کافی آسانی بھی ہوئی۔لیکن اس سب کے باوجود امیر لاہور جناب خالد محمود چشتی صاحب نے انتہائی ٹھوس بنیادوں پر اور نہایت باریکی سے انتظامات کو آگے بڑھایا۔ڈویژنل صدر الاخوان جناب رحمت اللہ ملک ضلعی صدر راشد عبدالقیوم اور عامر ندیم صاحب اور بعض دوسرے ساتھیوں نے امیر لاہور کی خصوصی معاونت کی۔جناب رحمت اللہ ملک صاحب نے نہ صرف انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ خاص طور پر میڈیا کے ضمن میں ملک صاحب کی کاوشیں دیدنی تھیں اور اُن کے معاون جناب اکرم صاحب کا تذکرہ ضروری ہے۔اکرم صاحب کے پاس چالیس سے زیادہ اخباروں میں پروگرام بعثت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ جات اور اخباروں کے نام دیکھ کر حیرانگی ہوئی کہ ہم تو اکثر ان اخباروں کے نام تک سے واقف نہ تھے۔ساتھیوں کو موسم کے حوالے سے کافی دھڑکا تھا کیونکہ دن کا پہلا حصہ اکثر دھند سے ڈھکا رہتا تھا لیکن 28 دسمبر کا دن اللہ کی رحمت سے کافی کلیئر تھا اگرچہ سردی شدید تھی۔حسب سابق ایوانِ اقبال کے بیرونی حصے کو کانفرنس کے بینرز اور مہر نبوت کے جھنڈوں سے سجایا گیا۔ہال کے اندر Back drop پر نیلے پس منظر میں حضرت جی مدظلہ العالی اور بھائی ملک عبدالقدیر اعوان دامت برکاتہٗ کی تصاویر دل کو بہت لبھا رہی تھیں۔

سٹیج پر جناب ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ بھائی عبدالقدیر اعوان دامت برکاتہٗ، امیر لاہور جناب خالد محمود چشتی صاحب، جناب رحمت اللہ ملک صاحب، جناب قاری عبدالخالق صاحب، دیگر مجازین اور جناب چیف جسٹس (ریٹائرڈ) لاہور ہائیکورٹ خواجہ محمد شریف صاحب تشریف فرما تھے۔

پروگرام کا آغاز بہت ہی خوبصورت انداز میں قاری حافظ محمد ہارون صاحب کی تلاوت سے آغاز کیا گیا۔جس کے بعد نعت خوان حضرات جناب شہزاد لیاقت، محمد شہزاد خان، استاد شہزاد نا گی انچارج نعت اکیڈمی لاہور اور فیضان علی صاحب نے حضرت جی مدظلہ العالی کا کلام پڑھا۔ہر نعت میں کیفیات تھیں لیکن جب یہ نعت

''تیرے حریمِ ناز کی کس کو خبر کروں۔۔۔در پہ ہی تیرے زندگی اپنی بسر کروں۔۔۔'' جناب شہزاد لیاقت صاحب نے پڑھی تو کیفیات و برکات کی خوشبو ہر طرف پھیل گئی۔

اس مرتبہ سلسلہ عالیہ کے نعت خوان حضرات کے برعکس دوسرے نامور نعت خوان حضرات کا انتخاب کیا گیا۔ کیونکہ سلسلہ عالیہ کے بعض ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ اس طرح حضرت جی مدظلہ العالی کا نعتیہ کلام وسیع پیمانے پر پورے ملک میں پھیلے گا اور لوگ آپ کی نعت مبارکہ کی کیفیات و برکات سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔

اس مرتبہ احباب کی حاضری توقع سے الحمدللہ زیادہ تھی۔ خواتین و حضرات کی کافی تعداد کو نیچے بیٹھنا پڑا یا پھر کھڑا ہونا پڑا۔ ''الاخوات'' لاہور نے بھی الحمدللہ اس پروگرام کے لیے بھرپور منظم کاوش کی۔

کئی پروفیسر دوستوں کو بھی پروگرام کی دعوت دی گئی جنہوں نے پروگرام کے ڈسپلن اور حسنِ انتظام کو بالخصوص سراہا۔ لیکن ایک پروفیسر دوست نے بڑی حسرت سے شکوہ کیا کہ اُسے کیوں نہ بتایا گیا کہ خواتین کے لیے بھی علیحدہ انتظام ہے تو وہ ضرور اپنی مسز کو ہمراہ لاتے۔

تلاوت قرآن پاک اور نعت کے بعد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا تعارف نہایت جامع اور مختصر صاحب مجاز امیر لاہور خالد محمود چشتی نے پیش کیا انہوں نے فرمایا کہ یہ واحد سلسلہ ہے جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر روحانی بیعت کرائی جاتی ہے اور شیخ المکرم کو اللہ نے یہ روحانی طاقت عطا فرمائی ہے کہ ایک نگاہ سے سالک کا سارا وجود ذاکر ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد جناب چیف جسٹس ریٹائرڈ لاہور ہائیکورٹ خواجہ محمد شریف صاحب کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ انہوں نے سانحہ پشاور پر شدید دُکھ کا اظہار فرمایا اور اسے درندگی کی آخری حد قرار دیا۔

انہوں نے فرمایا کہ میں دنیا میں گھوما ہوں لیکن ملک پاکستان میں وسیع کرپشن اور بدیانتی کے باوجود دین سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت کرنے والے مسلمان پوری دنیا میں کہیں اور نہ ملیں گے۔ لیکن بس اُنکا رخ ذرا سیدھا کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی حوالے سے انہوں نے آخر میں علامہ اقبالؒ مرحوم کا فارسی قطعہ پڑھا۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم راتو بینی ناگزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

ترجمہ: اے اللہ! آپ تمام جہانوں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہیں جب کہ میں تیرے در کا بھکاری ہوں، قیامت کے دن میں اپنے گناہوں کی معافی چاہوں گا لیکن اگر آپ یہ لازم سمجھیں کہ میرا احساب تو ہر حال میں لینا ہے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک سے چھپا کر میرا احساب لینا۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ محترم جناب بھائی عبدالقدیر اعوان دامت برکاتہٗ کا خطاب شروع ہوا۔ جس کا الحمدللہ ایک ایک لفظ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا تھا۔ انہوں نے ولادت باسعادت کی صحیح تاریخ کی طرف بھی توجہ دلائی۔ آپ نے فرمایا کہ اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ ولادت باسعادت 9 ربیع الاول کو ہوئی جب کہ 12 ربیع الاوّل حضور اکرمؐ کی دنیا سے پردہ فرما جانے کی تاریخ ہے ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ نے حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر انتہائی خوبصورت انداز میں پڑھا۔

وَاَحسن منک لم ترَ قط عینی — وَاَجمل منک لم تلد النساءُ
خلقت مبرأ من کل عیب — کاَ نک قد خلقت کما تشاءُ

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حسین وجمیل میری (یعنی کسی) آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا خوبصورت اور مرقع حسن کسی ماں نے آج تک جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تخلیق کیے گیے گویا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پسند فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ ولادت باسعادت بے شک پوری کائنات منائے لیکن اصل چیز بعثتِ عالی ہے۔ بعثتِ عالی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے دین کا آغاز ہوا اور دُنیا میں علم وعمل کا وہ انقلاب آیا کہ جس کی نظیر پوری انسانیت میں نہیں ملتی۔ لیکن آج بدقسمتی سے مسلمان بعثت کے تصور ہی سے ناآشنا ہے۔

ناظم اعلیٰ صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے بھی پوری دنیا دیکھی ہے لیکن اس سب بے عملی کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر سے محبت کا اظہار پاکستان کے مسلمانوں سے زیادہ کہیں اور نہیں دیکھا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کردے

اور

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

آپ کی گفتگو کے اس حصے کا خلاصہ یہ تھا کہ اللہ کرے کہ پاکستان کے مسلمانوں کی یہ محبت حضور اکرم ﷺ کی ہر ہر ادا کے اپنانے میں ڈھل جائے۔

محبوب سے محبوب تر محبوب کی ہر ادا
ہے اگر عمل میں تو یہی ہے اصل اتباع

ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ نے سانحہ پشاور کے بارے میں فرمایا کہ اس کی جتنی پُر زور اور شدید مذمت کی جائے اُتنی ہی کم ہے۔ آپ نے ملک کی تمام جماعتوں سے استدعا کی کہ وہ اس پر متحد تو ہوئی ہیں لیکن ہمیشہ کے لیے متحد رہیں۔ تاکہ دہشت گردی کے ناسور کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا جائے اور یہ تب ہوگا جب پاکستان میں اسلام کا حقیقی عدل جاری وساری کیا جائے گا۔

پروگرام کے آخر میں شیخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا ویڈیو خطاب لگایا گیا۔ لوگوں نے پورے انہماک سے حضرت صاحب مدظلہ العالی کا خطاب سماعت فرمایا آپ نے فرمایا کہ جہاں تک آپ ﷺ کے ذکرِ خیر کا تعلق ہے تو حضور ﷺ کی ذات سے وابستہ کسی بھی پہلو کا ذکر کرنا بہت محبوب، محمود اور مقبول ہے۔ آپ ﷺ کی ذات والا صفات کا ذکر ہو، وجودِ عالی ﷺ کا ذکر ہو، آپ ﷺ کے متعلقین کا ذکر ہو، ازواج مطہرات ﷺ کا ذکر ہو، صحابہ کرامؓ کا ہو اہلِ بیت اطہار کا ہو، حضور ﷺ کے ملک کا ہو، حضور ﷺ کی زبان حق ترجمان کا ذکر ہو، عرب کا ہو، عربی کا ہو، حضور ﷺ کی خاندان کا ہو، کسی بھی وسیلے سے حضور ﷺ کا ذکر کرنا انتہائی نعمت ہے، یہ بڑی سعادت ہے کہ کسی کو حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کرنا نصیب ہوجائے۔ شیخ المکرم مدظلہ العالی نے مزید فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی رفع آسمانی کے بعد یہ پانچ سو سالہ دور ''عہد فترت'' کہلاتا ہے۔ اس میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ اللہ کون ہے؟ اللہ کیسا ہے۔ کچھ خوش نصیب لوگ جو گنتی کے لوگ تھے جو وہ اللہ کو مانتے ضرور تھے۔ اور کہتے تھے کہ کوئی دوسرا پروردگار نہیں ہوسکتا، اللہ ہی پروردگار ہے لیکن اللہ کی ذات کیسی ہے؟ اس کی صفات کیسی ہیں؟ اللہ کیا چاہتا ہے؟ اس کی عبادت کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ اس کی صفات کیا ہیں؟ اللہ کس بات سے ناراض ہوتا ہے؟ اس کی ناراضگی اور خفگی کی وجوہات کیا ہیں؟ یہ بتلانے والا کوئی نہ تھا اور بہت تھوڑے لوگ تھے جنہوں نے تلاش کی، جستجو کی، بہت سے کلیساؤں میں گئے، علماء بنی اسرائیل کے پاس گئے، اہل کتاب کے پاس گئے کہ ہمیں اللہ کی ذات وصفات کے بارے بتایئے تو وہ بھی انہیں کہتے تھے کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہمارے پاس سنی سنائی باتیں ہیں، اللہ کا آخری نبی مبعوث ہوگا اور وہی یہ باتیں ارشاد فرمائے گا ان کا انتظار کرو۔ تاریخ بھری پڑی ہے ان حقیقتوں سے اور جب حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اس کملی والے ﷺ نے بتلا دیا چند اشاروں میں

شیخ المکرم نے بعثتِ عالیٰ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے اصل راہ بعثتِ عالی ﷺ ہے آپ پچھلے دو عشروں سے اس موضوع پر خطاب فرماتے چلے آرہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ولادت باسعادت وہ بے نظیر نعمت ہے جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا لیکن مسلمان بعثتِ عالی ﷺ کو ہرگز نہ بھولیں کیونکہ انقلاب کا آغاز بعثتِ عالی سے ہوتا ہے۔ وحی کا آغاز بعثتِ عالی ﷺ سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر کو صدیقؓ، حضرت عمر کو عمرِ فاروقؓ، حضرت عثمانؓ کو غنیؓ اور حضرت علی کو اسد اللہؓ بعثتِ عالی ﷺ نے بنایا۔ وہ نظامِ حیات جو دنیا کا سب سے اعلیٰ نظامِ حیات ہے وہ بعثت عالیٰ نے عطا کیا لیکن صد حیرت ہے کہ بعثتِ عالی کو کوئی نہیں مناتا۔ نہ کوئی اُس کی تاریخ بتاتا ہے۔ کہ رمضان المبارک کی یہ تاریخ تھی۔ اس دن نہ کوئی جلسہ ہوتا ہے نہ مساجد کو سجایا جاتا ہے نہ ان میں کوئی پروگرام ہوتا ہے، آپ نے کبھی سنا کہ آج بعثتِ عالی ﷺ کا جلسہ ہورہا ہے نہ اس دن کوئی سرکاری چھٹی ہوئی ہے کیونکہ بعثتِ عالی ﷺ کا تذکرہ کیا تو پھر اپنی پسند کو چھوڑنا پڑے گا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کی غلامی کرنا پڑے گی، اپنی خواہشات، غرور وتکبر کے بت، کرپشن، حرص ہوس کے بت توڑنے پڑیں گے۔ دفتر میں، کاروبار میں، شادی بیاہ میں، معاشرت ومعیشت اور سیاست میں حضور ﷺ کی غلامی کرنا پڑے گی۔ یہی چیز ابوجہل کو گوارہ نہ تھی جس کی وجہ سے وہ تباہ وبرباد ہوا حالانکہ وہ حضور اکرم ﷺ کی حقانیت کو پہچانتا تھا لیکن غلامی

نہیں کرنا چاہتا تھا۔ حضرت جی مدظلہ العالی کی مندرجہ بالا گفتگو کے ضمن میں علامہ اقبالؒ کا ایک فارسی قطعہ بہت ہی خوبصورت ہے۔

چوں بنامِ مصطفیٰ خانم درود
از خجالت آب می گردد وجود
عشق می گوید کہ اے محکومِ غیر
سینہ تو از بتان مانندِ دیر
تانہ داری از محمدؐ رنگ وبو
از درودِ خود میالا نام او

ترجمہ: جب میں حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود شریف پڑھتا ہوں تو میں شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں کیونکہ میرا عشق مجھے یہ کہتا ہے کہ اے غیروں کے محکوم! برادری اور زمانے کے چلن کے بتوں کے پجاری تیرا سینہ تو ان رسومات کے بتوں سے بت کدہ کی مانند بن چکا ہے۔

اگر تیری پسند اور ناپسند پر محمد رسول اللہ ﷺ کی پسند کا ٹھپہ نہیں لگا ہوا تو ایسا درود پڑھ کہ حضور اکرم ﷺ کے نام اطہر کو میلا نہ کر۔

شیخ المکرم کے بقول صحابہ کرامؓ کے سامنے وقت کی طاقتور ترین سلطنتیں ڈھیر ہو گئیں صحابہ کرامؓ کے پاس نہ تو اسلحہ زیادہ تھا نہ عددی قوت، ہاں! اُن کے پاس اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی سچی محبت اور سنت رسول ﷺ پر عمل کی قوت موجود تھی۔ یہی سبب ہے کہ دریا ان کے لیے راستہ چھوڑ دیتے تھے۔

دشت تو دشت صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اپنے خطاب کے آخری حصے میں شیخ المکرم نے بڑے پُرسوز اور دردمندانہ انداز میں ایک خاص نکتے کی طرف اپنے مسلمان بھائیوں کی توجہ مبذول کرائی قرآن نے فرمایا ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ''

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو جس طرح ایک دوسرے کے لیے کرتے ہو مبادا تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر تک نہ ہو۔

اب اللہ کریم کے اس حکم کو اور بارگاہِ عالی ﷺ کے اس ادب کو دیکھیں اور آپ کے میلاد میں بڑے دردمندانہ انداز میں درخواست کرتا ہوں کسی کو کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ سب کے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ کریم نے جو مقام مجھے دیا ہے، جس جگہ میں بیٹھا ہوں، جو میری حیثیت ہے۔ میرے ذمے یہ ہے کہ میں سب کی بہتری کی دُعا کروں لیکن جوارشاداتِ عالی ﷺ ہیں اور قرآن کا جو حکم ہے وہ پہنچانا فرض ہے۔ میں فرض ادا کر کے یہ عرض کر رہا ہوں کہ میرے جو بھائی پٹاخے چلاتے ہیں شور کرتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں۔ شور و شغب ہوتا ہے، بازار بند ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ ذرا اس آیت کریمہ کی روشنی میں اپنے رویے پر خود غور کریں۔

''آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں۔ ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی''

''باادب بامراد، بے ادب بے مراد

اور

''ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں''

بے باک محبتیں ہوتی ہوں گی۔ بے باک عشق ہوتا ہوگا، عشق میں تڑپ بھی ہوتی ہوگی۔ عشق میں شکائتیں بھی ہوتی ہوں گی لیکن یہ بارگاہ جو ہے یہ اتنی عالی ہے کہ یہاں عشق و محبت بھی آداب کے پابند ہیں۔ دائرہ ادب میں رہ کر عشق بھی اپنی عرض کرے گا تو آواز نیچی کر کے سر کو جھکا کر، آنکھوں میں آنسو لا کر بات کرے گا۔

آپ نے فرمایا اعلیٰ ترین تو یہی ہے کہ سابقہ ادوار کی طرح ولادت باسعادت کی یہ بابرکت محافل مساجد میں منعقد کی جائیں جس میں حضور ﷺ کی سیرتِ مطہرہ، معجزات اور شمائل مبارکہ کا تذکرہ ہو لیکن اب مساجد سے نکل کر جلوس سے ہوتا ہوا یہ معاملہ جشن تک آ گیا ہے۔ اب جشن کا معنی یہ ہے کہ لاکھوں بندے بھی ہوں تو جو شخص اپنی خوشی کا اظہار جس طرح کرنا چاہتا ہے اور آزاد ہے یعنی جشن کی حدود و قیود نہیں ہوتیں جس کا جو جی چاہے کرتا رہے۔ اب بھلا ذکرِ نبی ﷺ ہو اور جشن ہو یہ دونوں باتیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں، پھر بارگاہ رسالت ﷺ کے وہ آداب کہاں جائیں گے جو قرآن کریم ﷺ نے اس آیہ مبارکہ میں بیان فرمائے ہیں۔

اور یہ خطاب اُن ہستیوں سے کیا گیا ہے جنہوں نے اپنا تن من دھن، گھر بار، جائیدادیں سب کچھ اللہ کے دین پر فدا کر دیا۔ ہجرت کی، ہر قسم کی تکالیف اور مصائب برداشت کیے۔ بدر واحد اور خندق وحنین کے معرکوں میں جان کی بازی لگا دی۔

فرمایا یہ وہ بارگاہِ عالی ﷺ ہے جہاں تو ملک الموت جیسے فرشتے

بھی اجازت لے کر داخل ہوتے ہیں جنہوں نے کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی۔ آپ نے اس شعر کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آیند جنید وبایزید ایں جا

یہ وہ ادب گاہ ہے جو آسمانوں کے نیچے زمین پر عرش بریں سے بھی نازک تر ہے۔

شاعر نے تو کہا تھا ''نفس گم کردہ می آیند جنید وبایزید ایں جا''، لیکن میں اسے تصرف کر کے پڑھا کرتا ہوں۔ '''' نفس گم کردہ می آیند ابوبکرؓ وعمرؓ ایں جا'' کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل البشر بعداز انبیاء ہیں اور اونچا سانس نہیں لیتے تھے، اونچی آواز نہیں نکالتے تھے۔ فاروق اعظمؓ نفس گم کردہ تشریف لاتے تھے، حاضر ہوتے تھے تو اونچا سانس نہیں لیتے تھے، اونچی آواز نہیں نکالتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہو تو ہم اقوامِ غیر کی طرح اسے جلوس میں ڈھال دیں، شور وشغب میں ڈھال دیں، پٹاخے جلائیں، روشنیاں کریں اور شور وشغب ہو یہ بہت بڑی نادانی ہے۔ یہ ذکر خیر بے حد ادب کا متقاضی ہے۔ میں دوبارہ گزارش کر رہا ہوں کہ یہ محافل مساجد میں منعقد کی جائیں۔ باوضو قبلہ رُخ بیٹھ کر ادب واحترام سے سنی جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہوں، معجزات بیان ہوں اور سب سے ضروری یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمات ارشاد فرمائی ہیں اُن پر روشنی ڈالی جائے اور ہر حال میں دعوتِ عمل دی جائے۔

آخر میں ناظم اعلیٰ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ جناب محترم بھائی ملک عبدالقدیر اعوان دامت برکاتہ نے اپنی پرسوز دعا کے ساتھ اس پرنور اور بابرکت پروگرام کا اختتام فرمایا۔ صحافی برادری اور تمام سامعین کا سلسلہ عالیہ کی جانب سے شکریہ ادا کیا گیا اور تمام حاضرین کے لیے کھانے کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔

صقارہ ایجوکیشن سسٹم کا مرکزی ادارہ علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج

SIQARAH

صقارہ سائنس کالج

بزرگانِ دین کی سرپرستی بچوں کی سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام صاف ستھرا ماحول

داخلہ 2015 برائے جماعت چھٹی تا بارھویں

سپیشل آفر یکم اپریل سے فسٹ ائیر کی کوچنگ کلاسز کا مفت آغاز

پری میڈیکل پری انجینئرنگ کمپیوٹر سائنس اینڈ آرٹس گروپ

نمایاں خصوصیات

سیلکشن، امیدوار کا تحریری امتحان، انٹرویو اور میڈیکل پاس کرنا لازم ہے

- جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کشادہ کیمپس
- فیس کم، معیار اعلیٰ، بھائیوں کیلئے فیس میں خصوصی رعایت اور میرٹ اسکالرشپ
- مستعد اور تجربہ کار اساتذہ
- نظم وضبط اور اسلامی شعائر کی پابندی
- کھیلوں کے وسیع وعریض میدان
- والدین کو sms کے ذریعے حاضری اور امتحانی نتائج کی فوری اطلاع

داخلہ جاری ہے

پرنسپل: ملک اختر حسین ایم فل کیمسٹری۔ بی ایڈ۔ ایم ایڈ

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نورپور ضلع چکوال

For more Info: www.Siqarahedu.com Mob: 0313-6919797 Ph: 0543-562222

شیروں کے کچھار میں

شمالی علاقہ جات سے پلٹا تو لاہور جانا پڑا۔ یوں ایک رات گوجرانوالہ بھی ٹھہرا۔ کامونکی میں سیرتِ طیبہ کا جلسہ تھا جس کی حاضری کا وعدہ دے رکھا تھا۔ وہاں سے لوٹا تو ابتدائے اکتوبر میں لنگر مخدوم کا سالانہ اجتماع تھا، جو بحمد للہ! ہر سال اپنی رونقوں کو دوبالا کرتا جا رہا ہے۔ پھر فیصل آباد جانا پڑا۔

غرض 12 اکتوبر واپس پہنچا، 13 کو جمعہ تھا اور 14 اکتوبر 1989ء (12 ربیع الاوّل 1409ھ) پروگرام کے مطابق وزیرستان کے دورہ کے لئے چل پڑا۔ جس میں ڈرائیور کے علاوہ ناظم اعلیٰ سلسلہ عالیہ، ڈاکٹر صاحب، ذاتی گارڈ اور بندہ خود۔ یہ ٹیم دارالعرفان سے روانہ ہو کر ڈیرہ اسمٰعیل خان پہنچی، جہاں ایک رات کا قیام تھا۔ عصر کے بعد مسجد کلاں میں حضرت مولانا محمد شعیب صاحب کے پاس احباب سے ملاقات اور بعد از مغرب بیان ہوا، جس میں مختصراً یہ عرض کیا کہ جشن میلاد النبی ﷺ دراصل ہماری بگڑی ہوئی مذہبی حالت کا ثمر ہے کہ شروع میں میلاد شریف تھا جس میں لوگ عبادت کرتے اور خیرات بانٹتے تھے۔ پھر عید میلاد بنا اور ایک جلسہ کی صورت در آئی۔ رفتہ رفتہ عبادات کی جگہ رسومات اور خیرات کی جگہ خرافات نے لے لی، اور عید جس میں ایک گونہ دینی پہلو تھا جشن سے بدل گئی۔ جشن ہر طرح کی قیود سے آزاد اظہارِ مسرت کا نام ہے۔ چنانچہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہائے جانے لگے۔ واپڈا کی بجلی اور شہر کا امن تو زبردستی لے لئے گئے۔ ناچ گانا، رنگ برنگے لباس، پٹاخے ہر طرح کی سواریاں اور جو کسی کے جی میں آیا کرتا چلا گیا۔

حق یہ ہے کہ ربِ جلیل نے عیدین کا تذکرہ اپنی کتاب میں فرما کر ان میں دوگانہ مقرر فرمایا اور ایک پاکیزہ تقریب اظہارِ تشکر کے لئے مقرر فرمائی۔ ایک رمضان کے پورا کرنے پر، دوسری حج اور قربانی کے موقع پر۔ لیکن کیا جس ذاتِ کریم نے حج پر عید کا تذکرہ فرمایا۔ رمضان کے اختتام پر عید منانے کا حکم دیا۔ اس ذات نے اپنے حبیب ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے بارے میں کچھ فرمایا یا نہیں؟ تو کتاب اللہ میں ارشاد ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔ (آل عمران: 164) تحقیق اللہ نے رسول مبعوث فرما کر مومنین پر بڑا احسان فرمایا۔ جو انہی میں سے ہیں۔ انہیں اللہ کی آیات سناتے ہیں۔ ان کا تزکیہ کرتے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ پہلی دونوں عیدیں تکمیلِ نعمت کے بعد ہیں مگر یہ ظہور کے وقت کا تذکرہ ہے اور عید اُس کی ہوگی جو آپ ﷺ سے یہ انعامات حاصل کرے گا۔ آپ ﷺ کی ولادت، بعثت اور دنیا سے وصال کا مہینہ، دن اور تاریخ تقریباً ایک ہی ہے۔ کیا ہم رسومات چھوڑ کر بعثتِ عالی کے ذکر سے دل وزبان کو تر کریں گے؟ کہ اس میں ولادت کا تذکرہ بھی آ جائے لڑکپن اور جوانی بھی، بعثت اور اس سے متعلقہ احکام وبرکات بھی اور آخرت کی بات بھی۔ اللہ ہمیں توفیق دے۔ آمین!

اس کے بعد محفلِ ذکر ہوئی اور عشاء میاں حافظ جمال صاحب کی مسجد میں جا کر ادا کی۔ بعد عشاء وہاں درسِ قرآن دیا جس کا خلاصہ لکھ کر آپ کو تھکانا نہیں چاہتا۔ یوں رات وہاں بسر کی۔ تہجد کا ذکر قیام گاہ پر اور فجر ادا کر کے نکل کھڑے ہوئے۔ کچھ دوست وزیرستان سے ساتھ چلنے کے لئے یہاں پہنچ گئے تھے۔ اُن کی گاڑی ساتھ تھی۔ یوں ہم نے ناشتہ ٹانک پہنچ کر مولانا غلام محمد صاحب کے ساتھ کیا۔ چونکہ وہاں رُکنے کا پروگرام تو تھا نہیں۔ لہٰذا جلد ہی روانہ ہو گئے۔ یوں تو ٹانک کو بھی

وزیرستان کا دروازہ ہی کہہ لیں مگر اس سے کوئی پون گھنٹہ کی راہ چل کر خرگئی ایک سکاؤٹ پوسٹ آتی ہے۔ جس سے پہلے میدان میں قلعہ اور سکاؤٹوں کا اس علاقہ کا مرکز بھی ہے۔ یاد رہے! یہاں وزیرستان سکاؤٹس ایک نیم فوجی تنظیم ہے جو شمالی اور جنوبی وزیرستان میں انتظامی امور اور قیامِ امن کی ذمہ دار بھی ہے۔ پوسٹ پر ٹریفک رُکی ہوئی تھی۔ پتہ چلا کہ کسی نے ایک سپاہی قتل کر دیا ہے اور اس کی گرفتاری کے لئے اُن کے جوان گئے ہیں۔ مزید فائرنگ کے خطرے کے پیشِ نظر راستہ بند ہے۔ خیر! ہمارے ساتھ جو وہاں کے مقامی لوگ تھے انہوں نے کہہ سن کر اپنی دو گاڑیوں کے لئے تو اجازت حاصل کر لی اور یوں ہم آگے روانہ ہوئے۔ پہاڑی علاقہ، نالے اور راستہ کا زیر و بم شروع ہو چکا تھا۔ روایتی قبائلی مکان شروع ہو چکے تھے۔ ایسا ہر مکان قلعہ نما ہوتا ہے۔ باہر کی دیواریں تقریباً بیس فٹ بلند اور اندر ایک برج دفاع کے لئے ضرور ہوتا ہے۔

ہم سفر طے کرتے ہوئے جنڈولہ پہنچے جو انگریز کے زمانے میں مشہور ہیڈکوارٹر اور مرکز ہوتا تھا۔ اب بھی پولیٹیکل ایجنٹ کا دفتر ہے۔ چھوٹا سا بازار ہے ضروریاتِ زندگی دستیاب ہیں۔ ہوٹل اور دوا خانے وغیرہ ہیں۔ ہر آدمی مسلح ہے اور یہاں سے آگے اسلحہ پر کوئی پابندی نہیں۔ اپنے ملک کے اندر پہلی بار پتہ چلا کہ یہاں سے آگے کسی مقامی کی ضمانت پر جا سکتے ہو، جو یہ گارنٹی دے کہ انہیں سلامت واپس لوٹا دیا جائے گا اور کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہوگا، نہ یرغمال بنائے جائیں گے۔ اس لکھا پڑھی میں کافی دیر لگی اور یوں ہم کفیل دے کر جنڈولہ سے آگے روانہ ہوئے۔ جنڈولہ ہی کو بنیاد بنا کر جنوبی وزیرستان میں برطانوی فوج پیش قدمی کرتی رہی اور سڑکیں، چھاؤنیاں، نیز فوجی چوکیاں وغیرہ بنائی گئیں۔ مگر آگے کا ہر موڑ پٹھانوں کے جذبۂ حریت کا گواہ ہے۔ جس کے پتھروں میں اُن کا خون رچ بس گیا ہے اور قدم قدم پر اس قدر سخت مقابلے کئے کہ انگریز کو ہندوستان چھوڑنے تک اس علاقے میں ایک رات چین نصیب نہیں ہو سکا۔ یہ جنڈولہ کیا ہے؟ شیروں کے کچھار کا دروازہ ہی کہہ لیں۔ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ مگر جن کی نہیں، وہ بھی نماز پنجگانہ ادا نہ کرنے کا کوئی تصور نہیں رکھتے۔

یہاں سے آگے واقعی شرعی پردہ ہے اور کوئی خاتون نظر نہ آئے گی۔ اگر کوئی سفر کرتی ہوئی، یا پانی وغیرہ لاتی ہوئی نظر پڑی تو سارے وجود کے ساتھ اس کا چہرہ بھی پوری طرح ڈھانپا ہوا ہوگا۔

سڑک پہاڑی نالوں کے ساتھ ساتھ چلتی ہے، جنہیں دریا کہا تو جاتا ہے مگر پانی بہت کم ہے۔ ہاں! بارش کا سیلابی پانی ضرور گزرتا ہے۔ مشہور دریا، دریائے شہور ہے جس پر شہور تنگی ایک بہت تنگ گزرگاہ ہے۔ جہاں 1936/37ء میں دو بریگیڈ فوج کو محسودوں نے گھیر کر بے بس کر دیا تھا اور ایسے زبردست مورچے بنائے تھے جن پر ہوائی جہاز بھی بم نہیں گرا سکتے تھے، نہ ان کا فائر کارگر تھا، کیونکہ دونوں طرف پہاڑ تھا اور بتدریج بلند ہوتا گیا۔ لہٰذا مورچے ایسے تھے کہ ان میں سے نیچے نظر بھی آتا تھا اور فائر کرنا بھی آسان تھا، مگر اوپر سے ان کا کچھ بگاڑنا آسان کام نہ تھا۔ لہٰذا دو بریگیڈ انگریزی فوج، جس کے ساتھ ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، توپیں وغیرہ سب کچھ تھا، پھنس کر رہ گئی۔ یہ وزیرستان کی مشہور جنگوں میں سے ایک ہے جس میں فوج کا کافی نقصان ہوا۔ حتیٰ کہ سکاؤٹ ٹروپس جمع ہو کر پیچھے سے حملہ آور ہوئے جنہوں نے مجاہدین کو ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ یوں کئی روز بعد فوج کی جان چھوٹی اور پھر انگریز بہادر نے محسودوں کے کئی گاؤں بمباری کر کے تباہ کر دیئے۔ پہلے جہاز بم گراتے، پھر توپخانہ گولہ باری کرتا اور پیدل فوج جا کر بچے ہوئے مکانوں کو ڈائنامائٹ کر دیتی۔ فصلیں اور پھلدار درخت کاٹ دیئے جاتے۔ جنگل اور گھاس جلا دیئے جاتے۔ اور یوں یہ مہذب قوم وحشت و بربریت کی وہ داستانیں لکھتی رہی جس پر آج بھی ساری انسانیت کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ یہ انسانی حقوق کے ٹھیکیدار ایسے ظالم تھے، ایسے ظالم ہیں کہ تاریخِ انسانی میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ فرعون ایک تھا مگر اس قوم کا ہر ذی اقتدار فرعون ثابت ہوتا رہا۔ اور اب بھی ان کا کردار یہی ہے۔

جنرل اکرم صاحب کی کتاب میں ہے کہ جب جرمن جہاز لندن پر اندھا دھند بمباری کرتے تھے تو شاید انگریزوں کو اندازہ ہوا ہوگا کہ وزیرستان میں ان کی بمباری سے غریب کسانوں پر کیا گزرتی تھی؟

ہم شہور تنگی سے گزر رہے تھے اور یہ واقعات حافظے پہ فلم کی طرح

مختلف تصاویر بناتے جاتے تھے۔حتیٰ کہ سروا کئی پہنچے، جہاں سکاؤٹس کا قلعہ اور وائرلیس وغیرہ ہے۔مگر ہم وہاں سے اندر پہاڑی علاقہ میں داخل ہوگئے۔ جہاں چند میل پکی سڑک ہمارے ساتھ گئی اور پھر ختم ہوگئی۔جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اسے پختہ کرنے کا منصوبہ شروع کروایا تھا جو موجودہ عوامی حکومت نے روک دیا ہے۔ یہ شاہراہ سے ہٹ کر دیہات کے اندر سے ایک راستہ ہے، جس کے گرد پہاڑوں کی بلندی سات ہزار سے آٹھ ہزار فٹ تک ہے۔ایک جگہ سڑک پہاڑ پر چڑھنا شروع کردیتی ہے۔ وہاں ہمارے استقبال کو آنے والی گاڑیاں مل گئیں۔جن کے ہر سوار کی کلاشنکوف پوری طرح لوڈ تھی اور پھر انہوں نے خوشی میں میگزینیں خالی کردیں۔فائر کی آواز سے وادیاں گونج اٹھیں۔ یہ اُن کا خوش آمد کہنے کا طریقہ تھا۔پھر سب لوگ ہمارے ساتھ چلے۔پہاڑ سے گزر کر دوسری طرف وادی میں ''اوس پاس'' گاؤں سے باہر مدرسہ تھا اس کے مہتمم مولانا سعید نور صاحب بہت نیک متواضع اور قدوقامت والے خوبصورت جوان ہیں یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت تھے اور آپ کے ارشاد کے مطابق یہاں مدرسہ شروع کیا تھا۔جب ہم مدرسہ کے باہر پہنچے تو بہت سے لوگ صف بنا کر کھڑے تھے جن سے ملاقات کی اور ہر آنے والا مسلسل فائرنگ کررہا تھا جو بہت دیر تک ہوتی رہی۔

اس کے بعد مدرسہ میں ایک بچے کی دستار بندی کی تقریب تھی۔ دور نزدیک سے کافی لوگ جمع ہوگئے تھے جن میں سے سب اُردو بول تو نہ سکتے تھے مگر سمجھ ضرور سکتے تھے لہٰذا اُردو میں بیان کیا۔ ماحصل دینی تعلیم کی اہمیت وضرورت کے ساتھ اس کا مصرف بیان کرنا مقصود تھا۔دین سیکھنے سے مراد یہ ہے کہ اُمور دنیا کو دینی احکام کے مطابق انجام دیا جائے۔مگر ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ جو طبقہ دینی علم حاصل کرتا ہے وہ عملی زندگی میں حصہ نہیں لیتا نہ کسی سرکاری شعبے میں کوئی ایسا آدمی نظر آتا ہے نہ پرائیوٹ سیکٹر میں یہی وجہ ہے کہ ملک مسلمانوں کا ہے مگر طرزِ حکومت کبھی اسلامی نہ ہوسکا۔

اس کے بعد کھانا وہیں کھایا جو پٹھانوں کا روایتی کھانا تھا کئی طرح کا گوشت اور چاول خوان کی زینت تھے مگر اپنا نصیب تو بغیر شکر کی چائے اور بغیر روغن کے روٹی ہے بہرحال اللہ کریم کا شکر ہے کہ اپنا نام لینے کی توفیق ارزاں رکھے۔ مسلسل فائرنگ کی آواز سے کسی قدر تھک کر میں نے کہہ دیا کہ بھئی! فائر نشانے پر ہو تو کوئی بات بھی ہے۔آپ صرف دھماکے کررہے ہیں۔بس پھر کیا تھا۔ میں اپنی بات میں پھنس گیا دراصل ایسی بات کرنا ان کی روایتی نشانہ بازی کے لئے ایک طرح کا چیلنج تھا۔روایات سے بے خبری بھی بسا اوقات بہت غضب ڈھاتی ہے۔ چنانچہ سب جمع ہوگئے اور بڑے احترام سے کہا کہ نشانہ تو اب آپ کو مارنا ہوگا۔ساتھ ہی ایک بچے کو چھوٹا سا شیشہ دے کر پہاڑی کی طرف دوڑایا جس نے اندازاً تین سو گز پر شیشہ سورج کے رُخ پر رکھا کہ چمکتا ہوا نظر آئے بمشکل 2x1 انچ ہوگا۔ایک جرمن کلاشنکوف بندہ کو تھمادی۔ میں نے ایک دو فائر کئے جو قریب لگے مگر رائفل درست نہ تھی۔دوسری تبدیل کی۔اس کا سنگل فائر بھی اس قدر صحیح نہ تھا کہ ایک آدھ انچ کی چیز کو فاصلے پہ لگتا چنانچہ ایک چینی رائفل دی گئی۔دریں اثناء ایک پٹھان نشانہ باز لپکا۔اُس نے تین فائر کئے مگر اسی انداز میں قریب قریب لگے۔آخر بندہ نے چینی رائفل سے شیشہ اڑا دیا تو بہت خوش ہوئے۔اگرچہ ساتویں یا آٹھویں گولی لگی تھی مگر تھیں سب ہی گل۔ دراصل ٹارگٹ بہت چھوٹا تھا اور بندہ کا یہ پہلا تجربہ بھی، نشانہ بازی کا نہیں اتنے چھوٹے ٹارگٹ پر اتنی بڑی رائفل کے فائر کا، ورنہ نشانہ بازی تو ہوتی ہی رہتی ہے۔

نماز ظہر کے لئے گاؤں میں جانا پڑا۔اہل دیہہ کا اصرار تھا کہ نماز گاؤں کی مسجد میں ادا کریں، لہٰذا گاؤں میں ظہر ادا کی۔ چائے پی اور واپسی کے لئے تیار ہوئے۔ایک راستہ تو یہ تھا جس پر ہم آئے تھے پھر سروا کئی جا کر مین روڈ سے جاتے، دوسرا کچا، مشکل اور خطرناک راستہ تھا جو اسی گاؤں سے آگے خیسورہ کی وادی میں داخل ہوجاتا تھا۔ دونوں طرف کے پہاڑ آٹھ ہزار فٹ سے کچھ زائد بلند ہیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پانچ پانچ، چھ چھ گھروں کی آبادی میلوں میں پھیلی ہوئی تھی، یہی خیسورہ کہلاتی تھی۔ راستہ نالے کے ساتھ ساتھ جاتا تھا جو بارشوں کے پانی سے کافی حد تک خراب ہوچکا تھا۔

بہرحال ہم نے یہی راستہ اختیار کیا اور اس مشہور وادی کو دیکھتے ہوئے گزرے جہاں انگریز کے جہاز تو بم گرا جاتے تھے مگر اس کے

سپاہی اس زمین کو چھونہ سکے کہ نالہ تنگ، راستہ دشوار اور دونوں طرف سے فائر کی زد میں تھا گھنٹہ بھر چلنے کے بعد یہ وادی ختم ہو کر آگے کھلی وادی اور اس میں بہت بڑے بڑے گاؤں آگئے جہاں طیارزہ کا قلعہ اور پوسٹ تھی۔ یہاں سے، وانا سے پہاڑ کے اوپر جا کر دوسری طرف اُتری تو سامنے دریا کے پل جسے خرپل کہتے ہیں سے اُس پار پہلے والی سڑک سے مل گئی اور یوں ہم وانا کی مشہور اور پرانی چھاؤنی میں پہنچ گئے جہاں انگریزی عہد میں بریگیڈ ہیڈکوارٹر ہوا کرتا تھا۔ یہ جگہ بہت کھلی، کافی بلندی پر اور بہت پر فضا ہے۔ انگریز کی چھاؤنی کی ضرورت یہ بھی تھی کہ پہاڑوں سے اس قدر دور ہو کہ رائفل کا فائر کارگر نہ ہو۔ اس کے باوجود چھاؤنی کے گرداگرد پکٹیں تھیں جن میں مورچہ بند فوجی رات دن پہرہ دیتے ایک مشہو ریکٹ کا نام جبرال پکٹ ہے۔ اس پہاڑی کی شکل جبرالٹر کی طرح ہے اور نالے کے کنارے پر ہے لہٰذا اسے یہ نام دیا گیا۔

مشرق کی بلند پہاڑی پر شیشہ پکٹ ہے۔ اس کا یہ نام اس وجہ سے ہے کہ شیشے کی مدد سے یہاں سے دور دور تک پیغام رسانی ہوتی تھی۔ اب زمانہ وائرلیس کا ہے مگر پہلے رات کو لائٹ سے اور دن کو شیشے کی چمک سے الفاظ منتقل کئے جاتے تھے۔ ان سب انتظامات کے باوجود پٹھانوں کی یلغار نے بارہا وانا چھاؤنی کو تباہ کیا۔ کبھی ملا پوندہ رحمۃ اللہ علیہ نے، کبھی فقیرایپی رحمۃ اللہ علیہ نے اور کبھی قبایلی سرداروں نے۔ ان کا طریقہ شب خون مارنے کا تھا یہ جیالے منٹوں میں اپنا کام کر کے غائب ہو جاتے۔ رائفلیں اور گولہ بارود لوٹ کر لے جاتے۔ انگریز اور ہندو کو خصوصاً قتل کرتے بلکہ وزیرستان میں بہت عرصہ تک شادی کی شرائط میں یہ بات بھی شامل تھی کہ دولہا انگریز یا ہندو کا سرکاٹ کر لائے تو نکاح کر کے دیا جائے گا۔ یہ مردانگی کا امتحان ہوا کرتا تھا۔

وزیرستان میں چار بڑے قبیلے آباد ہیں محسود، وزیر، بھٹنی اور دوڑ۔ آخر الذکر کابل کی سرحد سے لے کر میرن شاہ اور میر علی، کھجوری پوسٹ تک آباد ہیں۔ یہ کاروباری بھی ہیں اور محنتی کسان بھی۔ بھٹنی بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کی سرحد کے ساتھ ساتھ اور وزیر ٹوچی سے رزمک تک، جو عموماً خانہ بدوش رہتے ہیں گرمیوں میں پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں اور سردیوں میں اپنے گلے نیچے لے آتے ہیں۔ آگے وانا تک تقریباً سب محسود ہیں۔ پھر ڈیرہ اور جنڈولہ کی طرف وادی خیسورہ وغیرہ میں سب وزیر آباد ہیں۔ دریا ٹوچی سے لے کر رزمک تک وادیاں کشادہ ہیں۔ لہٰذا وزیروں پر انگریزی فوجیں بہت جلدی چڑھ دوڑتی تھیں۔ محسودوں کے علاقہ میں وادیاں اور نالے تنگ اور راستے دشوار گزار ہیں۔ مگر مقابلہ ہر طرف مثالی ہوتا تھا۔

(جاری ہے)

دعائے مغفرت

گوجرانوالہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عمر فاروق کے والد محترم

کڑی راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی مدثر رمضان کے والد محترم

پڑیال راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ظفر اقبال کی والدہ محترمہ

اسلام آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد شکیل احمد

کوئٹہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ محمد یاسر کی والدہ محترمہ

لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی احمد خان اعوان صاحب

چنیوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ظفر اقبال صاحب

وفات پا گئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

ہماری بیٹی مطلقہ، عمر 42 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لیے ہم عمر رشتہ درکار ہے ذات پات کی پابندی نہیں۔

سلسلہ عالیہ سے منسلک افراد کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ نمبر: 0312-7000780

ضرورت رشتہ

ہماری بیٹی عمر 29 سال، تعلیم ایم اے انگلش، ایم اے ایجوکیشن کے لئے رشتہ درکار ہے ذات پات کی کوئی پابندی نہیں سلسلہ عالیہ سے منسلک افراد کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ نمبر: 0345-9800008

کیلا دنیا میں پایا جانے والا قدیم پھلوں میں سے ایک پھل ہے جو کہ ہر غریب و امیر کی دسترس میں ہے اس کے ساتھ تمام موسموں میں بآسانی دستیاب ہے سب سے زیادہ اس کی کاشت انڈیا میں ہوتی ہے اور پاکستان میں بھی اس کی پیداوار بہت حد تک بڑھ چکی ہے یہ ایک نہایت صحت بخش پھل ہے قدرت نے اسے جراثیموں سے پاک ایک حفاظتی تہہ میں پیک کیا ہوتا ہے۔اس کی اوپر والی موٹی چھال خوردنی حصے کو بیکٹیریا اور ہر قسم کی عفونت سے محفوظ رکھتی ہے۔

مزاج:۔ اس کا مزاج بعض اطباء کے نزدیک معتدل اور بعض کے نزدیک سرد تر ہے۔

غذائی اہمیت:۔

کیلے میں بیش بہا غذائی اجزاء پائے جاتے ہیں اس میں قیمتی حرارے، بافتوں کے نمو کے لیے اجزاء لحمیات، وٹامن اور دھاتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ حراروں کا اچھا ماخذ ہے کیوں کہ دوسرے پھلوں کی نسبت اس کے پھل میں نمی کم اور ملائمیت زیادہ ہوتی ہے ٹھوس غذائی اجزاء کی بہتات ہوتی ہے کیلے کی ایک پھلی میں 100 حرارے دستیاب ہوتے ہیں اس میں زود ہضم شوگر ہوتی ہے جس سے فوری حرارے ملتے ہیں اور جلدی تھکاوٹ کو دور کرنے کا باعث بنتی ہے۔

غذائی تجزیہ

نمی---------70.1%

لحمیات----------1.2%

روغن----------0.3%

دھاتیں----------0.8%

ریشے----------0.4%

کاربوہائیڈریٹ----------27.2%

کیلشیم----------17 ملی گرام

فاسفورس----------36 ملی گرام

وٹامن سی----------7 ملی گرام

وٹامن بی کمپلیکس----------معمولی مقدار میں

آنتوں کی خرابی:۔

کیلا اپنی ملائمیت اور ہاضمیت کی وجہ سے آنتوں کی خرابی میں بطور غذا استعمال کیا جاتا ہے اس میں پایا جانے والا خاص جزو پیٹ کے السر کے خلاف فائدہ مند ہے یہ ایک واحد پھل ہے جو کہ شدید السر کی حالت میں کھایا جا سکتا ہے یہ معدہ کی تیزابیت کو کم کرتا ہے اور معدہ کے السر کے اوپر ملائم تہہ جما دیتا ہے جس سے درد میں کمی آجاتی ہے پکا ہوا کیلا بڑی آنت کے السر میں بھی بہت مفید ہے چونکہ یہ انتہائی نرم زود ہضم اور ہلکا سا قبض کشا ہے یہ السر کی پرانی علامات کو ختم کر کے زخم کو ٹھیک کرتا ہے کیلا ہر دونوں حالتوں میں مفید ہے ایک طرف تو یہ قبض کشا ہے اور دوسری طرف اسہال کو روکنے میں بھی مدد کرتا ہے کیوں کہ یہ بڑی آنت کو پانی کی زیادہ مقدار جذب کرنے کے ساتھ پاخانے کی حرکت کو مناسب سطح پر رکھنے میں مددگار ہے۔کیلا میں موجود جزو (Pectin) قبض کرتا ہے جو کہ پانی کو جذب کر کے فضلہ کو سختی کی شکل میں لاتا ہے ۔آنتوں میں موجود نقصان دہ بیکٹیریا کو فائدہ مند بیکٹیریا میں تبدیل کرتا ہے۔

(جاری ہے)

سالانہ اجتماع 2015ء

دارالعرفان منارہ میں سالانہ اجتماع 2 مئی 2015ء سے شروع ہوگا۔ جو 07 جون 2015ء تک جاری رہے گا۔ اس اجتماع کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ ساتھیوں سے التماس ہے کہ اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں، اس میں شرکت کریں۔ اپنے اہل خانہ، دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی دعوت دیں، تزکیہ نفس کے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں، اپنی اصلاح کریں اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو بہتر بنائیں۔

یاد رکھیں! تصوف اور سلوک کی تعلیم اس سے بہتر منظم انداز میں آپ کو کہیں میسر نہیں آئے گی۔

ہدایات برائے شرکاء اجتماع

اس مرتبہ شیخ المکرم کا حکم ہے کہ ہر شخص جو بیعت ہے اس اجتماع میں ضرور شرکت کرے۔

1۔ 12 سال سے کم عمر کے بچوں اور بچیوں کو لانا سختی سے منع ہے۔

2۔ موسم کے مطابق اپنا بستر اور دیگر ضروری سامان ہمراہ لائیں۔ چارپائی اور خواتین کے حصے میں وہیل چیئر نہ لائیں۔ نہ بستر اور نہ ہی کوئی چارپائی مہیا کی جائے گی

3۔ نئے ساتھیوں کو زیادہ سے زیادہ ہمراہ لائیں۔ لیکن ذکر سکھا کر اور تھوڑی تربیت کر کے لائیں تا کہ اجتماع سے بھرپور طریقے سے مستفیض ہو سکیں۔

4۔ کھانے پینے کے اوقات میں اگر زیادہ ہجوم ہو تو صبر اور نظم کے ساتھ باری کا انتظار کریں۔

5۔ اجتماع کے دوران اعتکاف کی نیت کر کے آئیں اور زیادہ سے زیادہ وقت ذکر واذکار میں گزاریں۔ دارالعرفان سے باہر صرف بہت ہی ضروری کام سے جائیں جیسے دھوبی سے کپڑے لانے، یا دینے کیلئے۔

6۔ کوئی دنیا کی طلب لے کر نہ آئے نہ دنیاوی کام سے آئے۔

7۔ کوئی خود علاج کروانے نہ آئے نہ مریض کو ساتھ لائے۔

8۔ تعویذ کی امید پر اجتماع میں نہ آئے۔

9۔ شیخ المکرم سے اجتماع کے دوران ملاقات نہ کریں۔ اس کیلئے بعد میں آئیں۔

10۔ اپنے آپ کو پروگرام کا پابند رکھیں اور ذکر اذکار کے وقت ذکر اور بیان کے وقت بیان میں شامل ہوں۔ جو مجاہدہ نہیں کر سکتا اور پابندی نہیں کر سکتا وہ گھر چلا جائے۔

11۔ تھک کر فضول پھرنے کی اجازت نہیں ہے۔

12۔ پانی کی قلت ہے تاکید ہے کہ بغیر ضرورت پانی استعمال نہ کریں، کپڑے دھونے کی اجازت نہیں ہے۔

13۔ موبائل فون پر سخت پابندی ہے۔

14۔ شیخ سے توقعات کو درست رکھیں۔

15۔ اللہ کی عظمت کا یقین رکھ کر شیخ کی صحبت میں آئیں۔

16۔ اجتماع پر دعا کا سلیقہ سیکھنے کیلئے آئیں۔

17۔ اجتماع کی حاضری کو رسم نہ بنائیں بلکہ زیادہ سے زیادہ وقت یہاں لگائیں۔

18۔ دارالعرفان کی بنیادیں، دیواریں، چھتیں، ریت کا ایک ایک ذرہ ذکر سے منور ہے یہاں ذکر الٰہی کے جو لمحے نصیب ہوں اس سے جھولی بھر لیں۔

19۔ اجتماع میں خواتین کو صرف پانچ دن رہنے کی اجازت ہے، البتہ ڈیوٹی والی خواتین زیادہ قیام کر سکتی ہیں۔

20۔ معذور خواتین اجتماع میں تشریف نہ لائیں بلکہ اجتماع کے بعد کسی وقت آئیں۔

all. The news, as given by him(SAWS) is true and it will happen; we should pray and make a sincere intention for its participation as it is meritorious and a source for earning a reward. Allah (SWT) is All-Powerful. He(SWT),may grant a person who dies with this intention in his heart, the rank of those lucky people who will actually participate in it. This is supported by the words recorded in Hadith that Hazrat Abu-Huraira(RUA) said that if he (RAU) lived to see the time of Ghazwatul-Hind, he would participate in it and if he would be slain, he would be called a martyr if he survived he would be called a Ghazi of Ghazwatul-Hind. Thus, Hazrat Abu-Huraira (RAU) has desired participation in this Ghazwa in his days .Many noble saints migrated from the Arabian Peninsula to the subcontinent, in desire of participation in Ghazwatul-Hind and so, centuries have gone by. Even our companions, the late Col. Sultan(RUA,) Col. Mehboob Khan(RUA) and Col. Qayum Khan (RUA) were always ready for participation in Ghazwatul-Hind. We too are ready, with a sincere intention to take part in it. Our friends passed away and it did not happen in their lifetime, but Allah(SWT) is so merciful, He(SWT) will give them the reward for their intentions. We must keep ourselves ready for it. We must reform our characters and try to cleanse our souls, eat lawful food, adhere to noble people and engage in Zikr- Allah. Remember, evil doers will not be allowed to participate in this Ghazwa, as the disbelievers. This will be fought by Allah(SWT)'s bondsmen and pious people; so we must keep ourselves ready and well prepared for it. The current affairs remind us as to how things are going in that direction. When America landed in Afghanistan, I had said that America will retreat after being thrashed. It was a conjecture, but it came out to be correct. In those days, when Afghanistan had been attacked, an American media team came to me for an interview. They asked, whether the Afghan Government could withstand the American air strikes. I said, it would fall as it cannot stand the air strikes, however, when the Government falls and the armies launch ground attacks than the real war will start. Hitherto, it is a one sided battle where air strikes are destroying the cities. But when you (Americans) will land on Afghan soil then the real war will be,eventually the Afghans will drive you(Americans) out of their land. They were surprised at my views because they could not comprehend the idea of a resistance without the presence of a Government .After all a Government is the force behind the nation, a system which organizes its armed forces and supports them in a war. So they could not imagine a resistance posed by a nation, whose Government was about to fall, to succumb to their one-sided air strikes. Now they have experienced and are retreating from Afghanistan, having suffered huge losses. So only Allah(SWT) knows,how much time is still left before Ghazwatul-Hind begins, and how many upheavals are yet to come in time

Zikr-Superior to All Forms of Worship

As a reward for Allah's (SWT) Zikr, The Quran promises the believer a bounty par-excellence

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ:152)

Therefore remember Me, I will remember you

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت:45)

Truly, Zikr is the most superior

so much so that Christian forces came from Britain as well, but Salah-ud-Ayubi(RUA) and his army, fought them and nobody could stop him. However, it is not necessary that the Hadith is referring to him in particular, maybe it is about someone, yet to come, in the future. Basically the Hadith is referring, to the notion, that there will be people in the future who will be sincerely devoted to Islam, and will be ready to lay down their lives for the love of Prphet (SAWS) and in service to Islam. So, we cannot really determine who exactly the person or group is, this is determined by Allah (SWT)and we will only know, on the Day of Judgment. There may be more than one army, and the Bait–ul-muqadas can be conquered more than once. It is again, under Christian control, these days, so, an army maybe formed, as in the past.

Q-3 The American presence in Afghanistan, the civil war in Syria, is this, pointing out, to the emergence of Imam Mehdi? Kindly, comment on the future of Pakistan, Afghanistan and have the indications of Ghazwatul-Hind, to start, become obvious?

A-3 Only Allah(SWT) knows the time of occurrence of everything and He(SWT) has His own system of Time and Space. With Him, a single day, measures at par with a thousand years, on earth. Even if we live for a hundred years, it will be one- tenth of a day, there. We, try tc estimate the future in terms of our own time, and suggest that, this thing is about to happen. Allah (SWT) has His own system and Time spans, so it can never be determined precisely, as to what the future holds. The Quran narrates that Prophet Musa (AS) supplicated to Allah(SWT) to destroy the Pharoah and his followers, as he (AS) felt, that they had crossed all limits, in disobedience, and were never likely to submit. He (AS,) prayed to Allah (SWT),that, in turn for their denial, their hearts may be hardened and they be divested of their capacity of repenting, thus destroying them. Allah (SWT) answered that your supplication has been accepted, the Pharaoh and his lot will be destroyed. Many scholars have written that it took forty years before this supplication, came true; in other words, no time was given as to when Pharaoh and his lot would be destroyed. When Allah(SWT) made this promise to Musa(AS), he was a young man, but when Pharaoh and his people perished, Musa (AS) was old enough to have grey hair in his beard. So it is not possible to specify the exact time when things will happen, it is a Divine System which controls everything.

In the nineties, when we formed Al-Akhwaan we said, that the circumstances will lead to Ghazwatul-Hind and it will happen. Most of the people shook their heads in disbelief, saying how it could happen! Over the last twenty to twenty five years people have started talking about it and are saying that the signs are coming true. However, when it will actually happen, cannot be predicted and is known to Allah(SWT) Alone. As to when will Imam Mehdi appear I feel there is some time as the conditions have not worsened to that level yet; there are still many pious people in the world. There are many sincere worshippers, many who recite the Quran, so evilness has not reached to such a level so far, but as I said only Allah (SWT) know the right time. However, we do know that Gazawatul-Hind will take pace as the Prophet(SAWS) has informed us about it and He(SAWS) is the most truthful of

Questions and Answers

From Translated speech of

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

Q - 1 If the intention of seeking Allah(SWT)'s Pleasure in every act of worship is mixed with seeking the pleasure of Prophet(SAWS)also, will this be considered as a tinge of polytheism in intention?

Ans-1 It must be understood that with obligatory matters there are certain things which are essential and cannot be separated for instance, Salat is obligatory and must be offered five times a day, at the prescribed timings. Wudhu or ablution is a prerequisite to Salat, though it is not an obligation, but when it is the time to offer Salat, ablution becomes obligatory, too. It is, otherwise, not obligatory, for a person to be with ablution for the rest of the day. Thus Salat cannot be separated from ablution. Similarly, wearing clean clothes, praying at a clean place in the direction of Qibla, are mandatory, with Salat. Likewise, the only source of attaining Allah(SWT)'s Pleasure is the Pleasure of the Prophet(SAWS) which is attained through obedience. These two are inseparable. When we intend to seek Allah (SWT)'s Pleasure, the intention to get Prophet (SAWS)'s Pleasure comes automatically. When we intend to obey the Prophet(SAWS) with love, the fruit of Allah (SWT)'s Pleasure, is borne automatically. These two cannot be separated so the intention is not tainted with polytheism. These are prefix and suffix of the same thing. Some are prefixes or causes; the obedience to Prophet (SAWS)is a cause, a source and the outcome is Allah (SWT)'s Pleasure. Now, the Prophet(SAWS)'s Pleasure is included in Allah (SWT)'s Pleasure. If the Prophet(SAWS) is happy or pleased with an action, Allah (SWT) is also Pleased and if Allah(SWT) is Pleased with something the Prophet(SAWS) is also pleased. So these cannot be viewed, separately.

Q-2 The gist of a Hadith reveals that an army holding black flags will emerge from Khurasan and will conquer Bait-ul-Muqadas and nobody will be able to stop them. Kindly, identify the place called Khurasan and who would be this army?

Ans-2 When, such prophecies are made in Hadith, it is not meant to point out somebody in particular, it narrates the circumstances and observations. The words of Hadith, are based on truth, and the Hadith, under discussion, is very authentic. This is a fact, that the empires and the areas ruled by the people, kept on changing with time. If you take a look at the Persian Empire of the Prophet (SAWS)'s era, the Persian Empire included Khurasan and Iran, though with time the boundaries, kept changing. Maybe, the army mentioned in the Hadith, was the army led by Salah-ud-din Ayubi(RUA,) who, conquered Bait-ul-Muqadas and fought bravely, against mighty infidel forces as well as conspiracies. The Christian forces gathered against him,

together two days later in Mina, this made him lose out in spiritual progress. On his return from Hajj, Hazrat Ji-rua mentioned this in a letter to Hazrat Ameer ul Mukarram-mza "By staying away for just two nights, it caused him heavy loss, his place was taken by Maulana."

This is a lesson to be learnt by the Ahbab, who withdraw themselves from the Silsilah or the Shaikh due to the attitude of certain Sathis. This action of theirs becomes the cause of their fall from their station of Sulook,and if not rectified quickly, it deprives them of the Barakah of the Silsilah.

Yaum-e Arafah fell on the 5th of February, and in accordance with the rites of Hajj, Hazrat Ji-rua reached the Plain of Arafat before noon. Hazrat Ji-rua was feeling most unwell and very weak that day. Some Ahbab stayed with him in the tent of the Mo'allim, while the rest went to Masjid-e Namrah. Although Hazrat Ji-rau condition was such that he didnot leave the tent, yet after the Asr Salah he insisted and accompanied by the Sathis, arrived at the foot of the Jabal-e Rahmat. He had intentions of climbing to the summit of the mountain but as his health did not permit it, he remained at the same place in Waqoof-e Arafat and the series of prayers continued for a prolonged period.

After completing Waqoof-e Arafat, Hazrat Ji-rua told the Ahbab"Mubarak ho!"(Congratulations and felicitations) The congratulation was an expression of happiness for the acceptance of their Hajj.

After sunset, they left by a vehicle for Muzdalifah, and on reaching the open valley, they set themselves up against some bushes and spent all night in Zikr and prayers. On the 6th February, before sunrise, they left Muzdalifah for Mina. Here they stayed in the tent of the Mo'allim, completed all the rites of Hajj and returned to Makkah Mukarramah on 9thFebruary. When they arrived here they faced the problem of reservation of seats,without which they could not proceed to Madinah Munawwarah.

By his appointment as the Nazim-e A'ala, Hafiz Abdur Razzaq rua was responsible for reservation of seats, but he had no prior experience of air travel or of booking airline seats. When they departed from Karachi they did not reserve seats for the return flight.On arriving in Makkah, they discovered that the booking of their return flight was next to impossible, due to the rush of returning Hujjaj.Many trips were made to Jeddah, but PIA's constant answer was that there were no available seats for the next six months, and those too, would be subjected to additional increase in fares. In Jeddah. Hafiz Sahib rua sought the help of a friend, who was a teacher at the Embassy school. He, in turn, took him to the Headmaster of the school, in the hope that he might be able to exert some influence in this respect. On meeting Hafiz Sahib and getting to know his educational ability and his teaching experience, the headmaster offered him an appointment in that school, at a very lucrative salary. On his return,Hafiz Sahib rua mentioned this to Hazrat Ji rua, who told him "Are you not already employed that you are thinking of a job?The Masha'ikh have handed the service of the Silsilah to you. You are a regular employee and you have many responsibilities, do not contemplate any employment elsewhere."

Although every Momin has made a pact with Allah swt, his life in exchange of Jannah, but those lucky ones who have been given some responsibility in the grand Silsilah, do not have even a moment of their lives to spend according to their wishes. Even in their personal lives, they are obliged to seek the permission of their Shaikh or Ameer so that there is no disturbance(hindrance)in their duties as the servants and workers of the Court of the Holy Prophet saws.

To beContinued

When someone from the Ahl-Allah visits their graves, an intense affection is returned and their graves become the venues of spiritual meetings. Then, Hazrat Ji rua's case was such that people like him come to pay a visit after centuries. Due to this, the affection displayed by these personalities was natural, and their desire was akin to a parents' yearning to embrace and clutch their blessed child to their breast. The same spirit was in play behind the invitation'Halumullaina' resounding from all sides that day in Jannat-ul Mu'alla.Hazrat Ji rua's status was of course quite another matter, but those Ahbab who had spent just a few moments at his feet, are also treated in the similar manner, they cannot but shed a few tears of humility after taking their dirt splattered mantles into account.This reception/acceptance is because of their connection with the Silsilah Owaisiah. May Allah swt preserve this connection always. Ameen.

Hazrat Ji rua stopped and replied "All of you are one greater than the other, whom do we leave, whom do we visit"

The answer from all sides was, "Welcome, welcome."

Standing at one place, they offered Fatehah and presenting the gift of its reward, advanced further. They presented themselves at the grave site of Sayyedah Hazrat Khadeejah-tul Kubra-rau. (1) Nearby there was the grave of Haji ImdadUllah Muhajir Makki-rua. It was noted that both the graves were empty and the Arwah(pl.of Rooh)had proceeded to Illiyeen. It was revealed through spiritual insight that its reason was the abounding throng of Rawafiz there.On the 2nd February it was decided to visit the Jabal-e Noor. Hazrat Ji rua reached the foot of the mountain and remained there, while the rest of the Ahbab climbed up to the Cave of Hira.

The 8th Zilhaj, also known as the Yaum-ulTarweah, fell on the 4thFeburary 1971 and the Rite of commencing the Hajj began early in the morning with the wearing of the Ihraam at their residence, after which they visited the Holy House and performed the Tawaaf-e Qadoom. At the same time Sa'ai was also performed, because it would have been difficult to do Sa'ai during their Tawaaf-e Ziarat, due to Hazrat Ji rua's health and frailty.They arrived at Mina before Zohr but due to lack of assistance from their Mo'allim had difficulty in getting accommodation together as a group.

The same day,an unpleasant incident also took place due to Hakeem Basheer. Hazrat Ji rua had remarked about this intellectually impaired person"Everything is at least something, except an ignorant person, who is nothing". Previously, without reason,this person had created a point of issue with Hazrat Ameer ul Mukarram mza. This incident is mentioned in Hazrat Ji rua's correspondence. Even on an auspicious day like Yaum-ulTarweah, Hakeem Basheer annoyed an elderly Sathi in Makkah Mukarramah, with the result that the Sathi, duly hurt, remained aloof from Hazrat Ji rua and the Ahbab during the Hajj days. Although they all came

(1)Once,the author, while at Makkah Mukarramah, found himself restricted from shedding tears, even when he was at the Multazim. Since there was only one day before he proceeded to Madinah Munawwarah to pay his respects before the Holy Prophet saws, he was apprehensive in case this situation persisted. With the intention of presenting himself before the Mother of Believers, Sayyedah Hazrat Khadeejah-tul Kubra rau, he started forJannat-ul Mu'alla. Standing near the boundary of the Mazaar, he went into Maraqbah but before he could focus his Tawajjuh inside the boundary, he was stopped. That was the Haram of the Holy Prophet saws! Standing in front of the boundary he tried to express his desire, but before he could do so the restriction was lifted and the tears streamed down his face. The instant alleviation of his malady was due to the grace of Sayyedah Mother of the Believers-rau. AllahAllah! What to speak of the mercies of that Household, whose Head was the'Mercy for All the Worlds' and what to say about the kindness of the personality, who herself was a comfort and mercy for our Exalted Master saws!

Hayat-e-Javidan **Chapter 24**

A Life Eternal(Translation)

FromPreviousMonth **Fulfilment of theHajj Obligation** Continued

One day Hazrat Ji rua directed the attention of the Ahbab towards the centre between the Rukn-e Yamani and Hajar-e Aswad and said:

" Look at the spot between Rukn-e Yamani and Hajar-e Aswad, the white spot between the third and fourth prayer-mat width from the Rukn-e Yamani. This is where the Holy Prophet saws remained constantly engaged in Zikr Allah for 13years. The Lights of the Holy Prophet saws are pouring like rain."

Friday fell on the 29th of January. Hazrat Ji-rua and the Ahbab went to the Masjid of Hazrat Ayeshah rau and donned their Ihram there before returning to the K'abah for Umrah, after which they visited the birthplace of the Holy Prophet-saws.The next day it was decided to visit Mina, Muzdalifah and Arafat and familiarize them selves with these places so as to facilitate the performance of their Hajj.When Hazrat Ji rua visited Masjid-e Khaif at Mina, he pointed out the burial place of Hazrat Adam as and said:

"Hazrat Adam-as is buried behind the Mehrab of the Masjid e Khaif. If you face Qiblah and look, he is buried on the right of the Mehrab, outside the wall.(1)"

He rua further stated:

" There are 12 Prophets buried near the wall adjacent to the mountain, five of whom are Messengers of the Book".

From the far corner a voice was heard,"I am Nooh."

Hazrat Ji rua approached that area along with the Ahbab and they engaged in a prolonged meditation. Hazrat Ji rua was granted spiritual discourse with Hazrat Nooh-as, and during the conversation he-as stated:

" The Commentators have identified my grave at various sites, which are all incorrect."

On the Plain of Arafat, Hazrat Ji-rua told them that a Messenger of a Book is buried in the valley of the mountain adjacent to the minaret on the Jabal-e Rahmat. At the site of the Minaret,Hazrat Adam as was taught the words of forgiveness that are mentioned in the Quran:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

"Our Lord, we have indeed wronged our souls. If You forgive us not, and have not Mercy on us, we will surely be among the lost ones."(Al Araaf:23)

The program of going on to Muzdalifah was postponed as it was getting late and they returned to Makkah Mukarramah. On the way back, they decided to pay their respects at the Jannat-ul Mu'alla graveyard. When they arrived near the bridge, Hazrat Abdullah bin Zubair rau called out, and then invitations were extended from all directions:

"Halumullaina"(Come towards us.)

The pleasure in meeting the dwellers of Barzakh is quite different. Although these luminaries reside at their respective posts in Illiyeen, yet the Rooh maintains a connection with the body in the grave.

(1)Due to the extension of the Masjid-e Khaif, the burial place is now within the Masjid boundary.

Rajab ul Murajab / Shaban ul Moazzam 1436H

MONTHLY

Al-Murshid

الله رسول محمد

May 2015

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: قَالَ اللهُ تَعَالٰی
أَنَا مَعَ عَبْدِیْ حَیْثُمَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاهُ۔

Narrated by Abi Huraira that the Prophet (saws) said that Allah(swt) observed: I am with My slave when he remembers Me and opens his lips (for remembrance)

Zikr Allah is not something of a leisure time, it is a necessity, no matter what circumstances. P. 12

Al-Sheikh Ameer Muhammad Akram Awan (MZA)

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7-پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255